الدلائل الثمینة فی اثبات الوسیلة

توسل کا ثبوت وجواز

اس رسالہ میں وسیلہ کے جواز اور ثبوت پر آپ ﷺ کی چند صحیح احادیث اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار اور واقعات نقل کئے گئے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور خصوصا آپ ﷺ کے وسیلہ، اور حضرات اولیاء اللہ کے وسیلہ، اور نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کرنا یا دعا میں ان کا وسیلہ پکڑنا جائز اور اکابر سے ثابت ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الکبیر المتعال ، وصلی اللہ علیہ وسلم ما تعاقب اللیال ، وعلی الہ و صحبہ اولی الفضل والکمال ، اما بعد !

وسیلہ کے معنی اوراس کی لغوی تحقیق

لفظ وسیلہ وسل کے مصدر سے مشتق ہے،جس کے معنی ملنےاور جڑنے کے ہیں۔ یہ لفظ سین اورصاد دونوں سے تقریباایک معنی میں آتا ہے،فرق اتنا ہے کہ وصل بالصاد مطلقا ملنے اور جڑنے کے معنی میں ہےاور وسل بالسین رغبت ومحبت کے ساتھ ملنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

صحاح' جوہری اور مفردات القرآن' راغب اصفہانی میں اس کی تصریح ہے۔اس لئے صاد کے ساتھ وصلہ اور وصیلہ ہراس چیز کو کہا جاتا ہے: جودو چیزوں کے درمیان میل اور جوڑ پیدا کردے' خواہ وہ میل اور جوڑ رغبت ومحبت سے ہو یا کسی دوسری صورت سے،اور سین کے ساتھ لفظ وسیلہ کے معنی اس چیز کے ہیں جو کسی کو دوسرے سے محبت ورغبت کے ساتھ ملادے۔(لسان العرب' مفردات راغب)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی:۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

کسی چیز کی طرف رغبت سے پہنچنا وسیلہ ہے۔(المفردات ص۵۲۳،مطبوعہ ایران)

علامہ ابن اثیر جزری متوفی:٦۰٦ھ لکھتے ہیں:

جس چیز سے کسی شئی تک رسائی حاصل کی جائے اوراس کا قرب حاصل کیا جائے' وہ وسیلہ ہے۔(نہایہ ص۱۸۵ج۵،مطبوعہ ایران)

علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی:۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام لغت علامہ جوہری نے کہا ہے کہ: جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے' وہ وسیلہ ہے۔(صحاح جوہری ص۱۸۴۱ ج ۵۔لسان العرب ص۷۲۵ ج۱۱،مطبوعہ ایران)

اللہ تعالی کی طرف وسیلہ ہر وہ چیز ہے جو بندہ کو رغبت ومحبت کے ساتھ اپنے معبود کے قریب کردے،اس لئے سلف صالحین صحابہ وتابعین نے آیت:﴿وَابْتَغُوْآ اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ ﴾ (سورۂ مائدہ،آیت نمبر:۳۵) میں وسیلہ کی تفسیر طاعت وقربت اور ایمان وعمل صالح سے کی ہے۔ بروایت حاکم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: وسیلہ سے مراد قربت واطاعت ہے۔حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر یہ نقل کی گئی ہے کہ: اللہ تعالی کی طرف تقرب حاصل کرو،اس کی فرمانبرداری اور رضامندی کے کام کرکے،اس لئے آیت کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہوا کہ:اللہ تعالی کا قرب تلاش کرو ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ سے۔

اور''مسند احمد'' کی ایک صحیح حدیث میں ہے کہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ: وسیلہ ایک اعلی درجہ ہے جنت کا' جس کے اوپر کوئی درجہ نہیں ہے،تم اللہ تعالی سے دعاء کرو کہ وہ درجہ مجھے عطا فرمادے۔

اور''صحیح مسلم'' کی ایک روایت میں ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جب مؤذن اذان کہے تو تم بھی وہی کلمات کہتے رہو جو مؤذن کہتا ہے،اس کے بعد مجھ پر درود پڑھو اور میرے لئے وسیلہ کی دعاء کرو۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ وسیلہ ایک خاص درجہ ہے جنت کا' جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے،اور آیت مذکورہ میں ہر مؤمن کو وسیلہ طلب کرنے اور ڈھونڈنے کا حکم بظاہر اس خصوصیت کے منافی ہے،مگر جواب واضح ہے کہ: جس طرح ہدایت کا اعلی مقام

رسول کریم ﷺ کے لئے مخصوص ہے، اور آپ ﷺ ہمیشہ اس کے لئے دعا کیا کرتے تھے، مگر ابتدائی اور متوسط درجات ہدایت کے تمام مؤمنین کے لئے عام ہیں، اسی طرح وسیلہ کا اعلی درجہ رسول کریم ﷺ کے لئے مخصوص ہے، اور اس کے نیچے کے درجات سب مؤمنین کے لئے، آپ ﷺ ہی کے واسطہ اور ذریعہ سے عام ہیں۔

لفظ وسیلہ کی لغوی تشریح اور صحابہ وتابعین کی تفسیر سے جب یہ معلوم ہوگیا کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالی کی رضا اور قرب کا ذریعہ بنے وہ انسان کے لئے اللہ تعالی کے قریب ہونے کا وسیلہ ہے، اس میں جس طرح ایمان اور عمل صالح داخل ہیں اسی طرح انبیاء وصالحین کی صحبت ومحبت بھی داخل ہے' وہ بھی رضائے الٰہی کے اسباب میں سے ہے، اور اسی لئے ان کو وسیلہ بنا کر دعا کرنا درست ہے۔

وسیلہ کی تین صورتیں اور ان کے احکام

(۱)......وسیلہ سے دعا کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ: یا اللہ! میرا تو کوئی عمل ایسا نہیں جس کو میں آپ کی بارگاہ عالی میں پیش کرکے اس کے وسیلہ سے دعا کروں، البتہ فلاں بندہ آپ کی بارگاہ میں مقبول ہے، اور مجھے اس سے محبت وعقیدت کا تعلق ہے، پس اے اللہ! آپ اس تعلق کی لاج رکھتے ہوئے جو مجھے آپ کے نیک بندوں سے ہے' میری یہ درخواست قبول فرمالیجئے۔

یہ صورت جائز ہے، بشرطیکہ یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ توسل کے بغیر دعا کی جائے تو اللہ تعالی اس کو سنتے ہی نہیں، اور نہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ انبیاء واولیاء کے وسیلہ سے جو دعا کی جاتی ہے' اس کا ماننا اللہ تعالی کے ذمہ لازم ہوجاتا ہے، بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ ان مقبولان الٰہی کی محبت کے طفیل سے جو دعا کی جائے گی' توسل بالاعمال الصالحہ کی وجہ سے اس کی

قبولیت کی زیادہ امید ہے۔

(۲)......وسیلہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہم لوگوں کی رسائی خدائے تعالی کے دربار تک نہیں ہوسکتی، اس لئے ہمیں جو درخواست کرنی ہو اس کے مقبول بندوں کے سامنے پیش کریں اور جو کچھ مانگنا ہو ان سے مانگیں، چنانچہ یہ لوگ اپنی مرادیں اولیاء سے مانگتے ہیں، اوران کا خیال ہے کہ یہ اکابر باعطاء الہی ان کی مرادیں پوری کرنے پر قادر ہیں۔ یہ صورت حرام اور شرک ہے۔

(۳)......وسیلہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ: براہ راست بزرگوں سے تو اپنی حاجت نہ مانگی جائے، البتہ ان کی خدمت میں یہ گذارش کی جائے کہ وہ حق تعالی کے دربار میں ہماری حاجت ومراد پوری ہونے کی دعا فرمائیں۔

وسیلہ کی یہ صورت بھی قرآن وحدیث سے ثابت نہیں، بلکہ تعامل امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، البتہ روضۂ اقدس پر حاضری کی صورت میں اس طرح دعا کرنا جائز ہے۔

توسل کی ابتداءً دو قسمیں ہیں: توسل بالذات، توسل بصالح الاعمال

توسل کی ابتداءً دو قسمیں ہیں: توسل بالذات، توسل بصالح الاعمال۔

توسل بصالح الاعمال باتفاق امت جائز ہے۔ توسل بالذات جمہور امت کے نزدیک جائز ہے، البتہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اوران کے متبعین نے اس کا انکار کیا ہے، اورانہوں نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب "القاعدة الجليلة في التوسل والوسيلة" کے نام سے تصنیف کی ہے۔ اس کے علاوہ بھی انہوں نے اپنی دیگر کئی کتابوں میں مثلاً "فتاوی منہاج السنۃ" اور "زیارۃ القبور" وغیرہ میں اجمالاً وتفصیلاً اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔

توسل کا سب سے پہلے انکار ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کیا

لیکن توسل کا انکار حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے پہلے کسی عالم نے نہیں کیا، بلکہ حافظ صاحب ہی اس مسئلہ کے پہلے منکر ہیں، چنانچہ علامہ سبکی رحمہ اللہ ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وحسبک ان انکار ابن تیمیة للاستغاثة والتوسل قولٌ لم یقله عالم قبله ' وصار به بین اهل الاسلام مثلة''۔(شفاء السقام فی زیارة خیر الانام ص۱۲۰)

تیرے تعجب کے لئے یہ بات کافی ہے کہ ابن تیمیہ کا طفیل اور توسل سے انکار کا قول ایسا ہے کہ ان سے پہلے کسی عالم نے ایسا نہیں کہا، اور اسی وجہ سے وہ اہل اسلام میں بدنام ہوگئے ہیں۔

اسی طرح علامہ ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''وقال السبکی : یحسن التوسل بالنبی صلی الله علیه وسلم الی ربه ' ولم ینکره احد من السلف والخلف الا ابن تیمیة فابتدع ما لم یقله عالم قبله''۔

(رد المحتار علی الدر المختار ص۳۹۷ج۶)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جب آنحضرت ﷺ کی زیارت کے لئے سفر اور توسل کا رد کیا تو ان کی تردید میں علامہ عبدالکافی السبکی رحمہ اللہ نے ''شفاء السقام'' کے نام سے کتاب تالیف فرمائی، اور ''شفاء السقام'' کا رد حافظ ان تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگرد حافظ ابن الہادی رحمہ اللہ نے اپنی تالیف ''الصارم المنکی'' سے کیا، پھر اس کے رد میں علامہ ابن علان رحمہ اللہ نے ''المبرد المنکی'' تصنیف فرمائی۔

بعض لوگوں نے امام سبکی رحمہ اللہ کی کتاب کو تعصب کا نتیجہ قرار دیا ہے، لیکن ایسے لوگوں

کی رائے بالکل غلط ہے، چنانچہ علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’ ولیس رده تعصُبا بل هو مصیب فیما ردّ به ‘ شهد به الجُلة ‘‘۔

سبکی کا رد کرنا تعصب پر محمول نہیں، بلکہ وہ اس رد میں درست رائے کے حامل ہیں، جلیل القدر حضرات نے اس کی شہادت دی ہے۔(التعلیقات السنیة ص۱۹۶)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے رد میں طبقات سبکی میں ایک مستقل رسالہ ہے۔علامہ یافعی رحمہ اللہ نے ’’مراٰة الجنان ‘‘میں متعدد علماء سے ان پر سخت تنقید نقل کی ہے۔حافظ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے ’’فتاوی حدیثیہ‘‘ میں رد بلیغ کیا ہے۔’’تذکرۃ الحفاظ‘‘ میں بھی شدید رد مذکور ہے۔(فتاوی محمودیہ ص۱۳۶ ج۵)

جمہور علماء کے نزدیک توسل خواہ احیاء سے ہو یا اموات سے‘ ذوات سے ہو یا اعمال سے‘ اپنے اعمال سے ہو یا غیر کے اعمال سے‘ بہر حال اس کی حقیقت اور ان سب صورتوں کا مرجع توسل برحمۃ اللہ تعالی ہے۔ چنانچہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

کسی شخص کا جو جاہ ہوتا ہے اللہ تعالی کے نزدیک‘ اس جاہ کی بقدر اس پر رحمت متوجہ ہوتی ہے،توسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ! جتنی رحمت اس پر متوجہ ہے اور جتنا قرب اس کا آپ کے نزدیک ہے اس کی برکت سے مجھ کو فلاں چیز عطا فرما، کیونکہ اس شخص سے آپ کا تعلق ہے،اسی طرح اعمال صالحہ کا جو توسل حدیث میں آیا ہے،اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ اس عمل کی جو قدر حق تعالی کے نزدیک ہے اور ہم نے وہ عمل کیا ہے،اے اللہ! اس ببرکت عمل کے ہم پر رحمت ہو۔اور حاصل توسل فی الدعاء کا بھی یہی ہے کہ: اے اللہ! فلان بندہ آپ کا مورد رحمت ہے اور مورد رحمت سے محبت اور اعتقاد رکھنا موجب جلب

رحمت ہے، اور ہم اس سے محبت اور اعتقاد رکھتے ہیں، پس ہم پر رحمت فرما۔

(نشر الطیب ص ۳۴۸)

خلاصہ یہ کہ توسل بالذات اور توسل بصالح الاعمال میں نزاع لفظی ہے، کیونکہ جو حضرات توسل بالذات کے قائل ہیں' ان کی مراد یہ ہرگز نہیں کہ مثلا ! جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو العیاذ باللہ تعالیٰ' وصف نبوت اور رسالت اور ان دینی خدمات سے جو آپ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں سرانجام دی ہیں' الگ کر کے توسل کیا جائے، یا معاذ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ سے محبت کرنے کی شرط سے صرف نظر کر لی جائے۔ یہ کسی کے وہم میں نہیں، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دیگر اولیاء اور مقبول بندوں کو ان اوصاف حسنہ سے جدا کر کے محض ان کی ذات ہی کو ملحوظ رکھا جائے ایسا بھی نہیں، بلکہ جہاں بھی ان حضرات کا توسل ہوگا وہاں ان کے ساتھ محبت اور ان کے نیک کاموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت پیش نظر ہوگی، جیسا کہ قرآن مجید میں: ﴿ھنالک دعا زکریا ربہ﴾ (سورۂ ال عمران، آیت نمبر: ۳۸) میں حضرت زکریا علیہ الصلوۃ والسلام کا حضرت مریم علیہا السلام پر رحمت سے توسل اور آپ کی دعا کا قبول ہونا مذکور ہے،

ذکرا اگرچہ ذات کا ہوتا ہے، کیونکہ اعمال صالحہ آخر کسی کی ذات ہی سے صادر ہوں گے از خود تو ان کا صدور نہیں ہوسکتا، لیکن اگرچہ ذات اور موصوف کے اعمال اور صفات کو بھی اس میں دخل ہے تو توسل بصالح الاعمال ذات کے واسطے کے بغیر سمجھ سے باہر ہے، اس لئے ہمارے نزدیک توسل بالذات اور توسل بصالح الاعمال کا مآل بالآخر ایک ہی ہے، صرف اس کی تعبیر اور تشریح کا فرق ہے، اور نزاع صرف لفظی ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ چونکہ توسل بصالح الاعمال کے قائل ہیں تو' توسل

بالذات کا بھی ان کو اقرار کرلینا چاہئے ، کیونکہ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ہم بھی محض ذات کا توسل نہیں کرتے ،ان کے ذہن میں جو وہم ہے کہ ذات سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ (معاذ اللہ تعالی)اس ذات کا رتبہ اور درجہ خدا تعالی سے بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے، یا اس کا اللہ تعالی پر کوئی جبر اور زور ہے (العیاذ باللہ تعالی) تو یہ کسی مسلمان کے وہم میں بھی نہیں آتا۔

چنانچہ امام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے ان کے اس وہم اور نظریہ کا اس طرح رد کیا ہے:

’’فالتوسُّل والتّشفّع والتجوہ والاستغاثۃ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وسائر الانبیاء والصالحین لیس لھا معنیً فی قلوب المسلمین غیر ذلک ‘ ولا یقصدبھا احد منھم سواہ ، فمن لم ینشرح صدرہ لذلک فلیبک علی نفسہ‘‘۔

(شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام ص۱۲۹)

اس عبارت میں علامہ سبکی رحمہ اللہ نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس وہم کی تردید کی ہے اور واضح کیا ہے کہ: ہر مسلمان کا یہی نظریہ ہوتا ہے کہ جن حضرات کے توسل سے دعا مانگی جاتی ہے‘ وہ اللہ تعالی کے نزدیک نیک اور مقبول بندے ہیں اور ان کی محبت اور ان سے لگاؤ نزول رحمت الٰہی کا ذریعہ ہے اور یہ جائز ہے۔

فقہاء کی عبارت ’’ویکرہ ان یقول فی دعائہ بحق‘‘ سے اشکال اور اس کا جواب

فقہائے کرام نے یہ بیان کیا ہے کہ: توسل کے موقع پر’’بحق فلاں‘‘ کا لفظ استعمال کرنا مکروہ ہے، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

’’ویکرہ ان یقول فی دعائہ بحقّ فلان أو بحقّ انبیائک أو رسلک ، لانہ لا حقّ للمخلوق علی الخالق‘‘۔(ہدایہ ص۲۱۱ ج۴، کتاب الکراھیّۃ)

اور یہ مکروہ ہے کہ کوئی شخص اپنی دعا میں یوں کہے کہ: میں بحق فلاں یا بحق انبیاء یا بحق رسل آپ سے دعا کرتا ہوں، کیونکہ مخلوق کا خالق پر ''بطور وجوب کے'' کوئی حق نہیں ہے۔

اسی طرح ''فتاوی سراجیہ'' میں ہے:

''یکرہ ان یقول فی دعائہ بحقّ فلان أو بحقّ رسلک وانبیائک ، الخ''۔

(فتاوی سراجیہ ص۳۱۶، باب الدعاء ، کتاب الکراهیّة و الاستحسان)

ان عبارات سے بعض اوقات مغالطہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ احناف توسل کے قائل نہیں، حالانکہ یہاں لفظ حق سے روکا گیا ہے، اور اس کی وجہ بھی صرف یہ ہے کہ معتزلہ کے نزدیک پروردگار پر واجب اور ضروری ہے کہ نیکیوں پر بندوں کو ثواب دے اور بدیوں پر عذاب دے، اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو معاذ اللہ تعالی اس کا عدل باقی نہیں رہے گا، اور اس کا بخل وجہل وغیرہ لازم آئے گا، (العیاذ باللہ)۔

لیکن اہل سنت والجماعت اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالی فاعل مختار ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، اس پر کسی کا کوئی حق عائد نہیں ہوتا، ہاں اپنے ارادہ سے جس حق کا اس نے وعدہ کیا ہے وہ بجا ہے اور وہ حق تفضلی ہے الزامی نہیں، اس میں نہ تو کلام ہے اور نہ اس سے کسی قسم کا جبر لازم آتا ہے، چنانچہ باری تعالی کا ارشاد ہے: ﴿حقّا علینا ننج المؤمنین﴾

(سورۂ یونس، آیت نمبر:۱۰۳)

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''لایجب علی اللہ شیء ' خلافا للمعتزلة '' کہ اللہ تعالی پر کوئی چیز واجب نہیں، بخلاف معتزلہ کے کہ وہ وجوب کے قائل ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح ص۹۸ ج۱)

حق کے دو معنی ہیں : (۱) : حق بمعنی : وجوب ولزوم، (۲): حق بمعنی : حرمت و

عظمت۔ پہلا معنی حقیقی اور دوسرا معنی مجازی ہے۔اور پہلے معنی کے اعتبار سے بحق نبی اور بحق ولی کے الفاظ سے دعا مانگنا جائز نہیں، اوردوسرے معنی کے لحاظ سے جائز ہے۔کئی احادیث میں اس طرح کے الفاظ آئے ہیں:''حق علی اللہ عز وجل''۔

اس وقت ایک جماعت توسل کے بارے میں مسلک اعتدال سے ہٹی ہوئی ہےاوروہ صرف حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ہمنوا ہے، اورتوسل کے قائلین کے لئے سخت جملے اور نامناسب باتیں نقل کرتی ہے،اس لئے خیال ہوا کہ اس مسئلہ پراحادیث اورحضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار جمع کئے جائیں تا کہ جمہور کے مسلک کا صحیح اوردرست ہوناواضح ہوجائے،اوران کے خلاف رائے کا غلط اور باطل ہونا ظاہر ہوجائے۔

توسل جائز ہے‘ضروری یاواجب نہیں،اورنہ گمراہی وناجائز ہے

اس بات کا اظہار بھی ضروری ہے کہ: توسل کا مسئلہ صرف جواز کا درجہ رکھتا ہے نہ ضروری ہے نہ ناجائز اور گمراہی ہے جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔علامہ آلوسی رحمہ اللہ مسئلہ توسل پر مبسوط بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

یہ چیزیں جو میں نے جواز توسل کی ذکر کی ہیں محض لوگوں سے دفع حرج کے لئے اور ان کو گمراہ قرار دینے کے دعوی سے جیسا کہ بعض نے کہا ہے‘ بچانے کے لئے ہے، کیونکہ ان کے خیال سے آنحضرت ﷺ کی بلند ہستی کا توسل گمراہی ہے، میرا یہ میلان نہیں کہ توسل سے دعا کرنا ان ادعیۂ ماثورہ سے بہتر ہے جو کتاب اللہ میں آئی ہیں اور جن کو حدیث میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

اس ساری بحث کے بعد میں اللہ تعالی کے ہاں آنحضرت ﷺ کی جاہ سے آپ ﷺ کی زندگی میں اور بعد از وفات توسل میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔

آنحضرت ﷺ کے علاوہ اوروں کی جاہ وبرکت سے توسل میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، جبکہ یہ معلوم ہو کہ جس کی جاہ سے توسل کیا جاتا ہے اللہ تعالی کے ہاں اس کی جاہ ہے جیسے وہ شخصیت کہ یقینی طور پر اس کی صلاح وولایت معلوم ہو۔ (روح المعانی ص۱۲۸ج۶)

توسل کے بارے میں علماء دیوبند کا متفقہ عقیدہ

آخر میں مناسب ہے کہ علماء دیوبند کا اس سلسلہ میں کیا عقیدہ ہے؟ وہ علماء دیوبند کے متفقہ فیصلہ جو ''المہند'' میں شائع ہے، سے نقل کردیا جائے۔

السوال الثالث والرابع:......هل للرّجل ان يتوسّل فى دعواته بالنّبى صلى الله عليه وسلم بعد الوفات ام لا ؟ أيجوز التوسّل عندكم بالسّلف الصّالحين من الانبياء والصّديقين والشّهداء واولياء ربّ العالمين ام لا ؟

الجواب:...... عندنا وعند مشائخنا يجوز التوسّل فى الدعوات بالانبياء والصّالحين من الاولياء والشّهداء والصّديقين فى حياتهم و بعد وفاتهم ' بان يقول فى دعائه : اللّهم انى اتوسّل اليک بفلان ان تجيب دعوتى وتقضى حاجتى الى غير ذلک كما صرح به شيخنا ومولانا الشاه محمد اسحاق الدهلوى ثم المهاجر المكّى ' ثم بيّنه فى فتاواه شيخنا ومولانا رشيد احمد الگنگوهى رحمة الله عليهما ، وفى هذا الزمان شائعة مستفيضة بايدى الناس، وهذه المسئلة مذكورة على صفحة : ۹۳ / من الجلد الاول منها ' فليراجع اليها من شاء۔

تیسرا اور چوتھا سوال مسئلہ توسل

مسئلۂ توسل :......کیا وفات کے بعد رسول اللہ کا توسل لینا دعاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟ تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء واولیاء اللہ کا توسل بھی جائز

ہے یا ناجائز؟

جواب:...... ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء وصلحاء اور اولیاء وشہداء وصدیقین کا توسل جائز ہے، ان کی حیات میں یا بعد وفات، بایں طور کہ کہے: یا اللہ! میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں' اسی جیسے اور کلمات کہے۔ چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے ہمارے شیخ (حضرت) مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی ثم مکی (رحمہ اللہ) نے، پھر (حضرت) مولانا رشید احمد گنگوہی (رحمہ اللہ) نے بھی اپنے فتاوی میں اس کو بیان فرمایا ہے جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، اور یہ مسئلہ اس کی پہلی جلد ص:۹۳/ پر مذکور ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

(المھند علی المفند، عقائد علماء دیوبند اور حسام الحرمین ص۲۲۰)

اللہ تعالی اس مختصر کاوش کو شرف قبولیت عطا فرما کر ذخیرۂ آخرت اور ذریعۂ نجات بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

نوٹ:...... مقدمہ میں درج ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے:

(۱)...... معارف القرآن ص۱۳۴ ج۳۔

(۲)...... تبیان القرآن ص۱۷۳ ج۳۔

(۳)...... نفحات التنقیح ص۳۳۴ ج۳۔

(۴)...... تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور۔

(۵)...... اختلاف امت اور صراط مستقیم ص۱۴۱ ج۱۔

(۶)...... تحقیق مسئلہ توسل۔

قرآن کریم اور وسیلہ

(۱):......اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوا﴾۔ (سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۸۹)

ترجمہ:......باوجودیکہ یہ خود شروع میں کافروں (یعنی بت پرستوں) کے خلاف (اس کتاب کے حوالے سے) اللہ سے فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

تشریح:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: یہود اوس اور خزرج کے خلاف جنگ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح طلب کرنے کی دعا کرتے تھے۔ وہ دعا یہ ہے:

"اللّهم انّا نسالک بحقّ نبيّک الّذی وعدتنا ' ان تبعثه فی آخر الزّمان ' ان تنصرنا اليوم علی عدوّنا" پس اس دعا کی وسیلہ سے ان کی مدد کی جاتی تھی۔

(روح المعانی ص۳۲۰ ج۱۔ اور بھی بکثرت مفسرین نے اس قسم کی روایتیں نقل فرمائی ہیں)

(۲):......اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لا لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾۔ (سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۲۵۱)

ترجمہ:......اگر اللہ لوگوں کا ایک دوسرے کے ذریعے دفاع نہ کرے تو زمین میں فساد پھیل جائے، لیکن اللہ تعالیٰ تمام جہانوں پر بڑا افضل فرمانے والا ہے۔

تشریح:......اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ: جالوت اور اس کے لشکر کے فساد کو طالوت اور اس کے لشکر سے دور فرما دیا، اور جالوت کو حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھ سے قتل کرا دیا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ عام قاعدہ بیان فرما دیا کہ: اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ مفسدین کے شر کو مصلحین سے دور فرماتے ہیں۔

ابن ابی حاتم اور امام بیہقی رحمہما اللہ نے روایت نقل کی ہے کہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: اللہ تعالی نمازیوں کے سبب بے نمازیوں سے عذاب کو دور فرما دیتے ہیں، اور حج کرنے والوں کے سبب سے حج نہ کرنے والوں سے عذاب کو دور فرما دیتے ہیں' اور زکوۃ دینے والوں کے سبب سے زکوۃ نہ دینے والوں کے عذاب کو دور فرما دیتے ہیں۔

(الدرالمنثور ص ۳۲۰ ج ۱، مطبوعہ: مکتب آیۃ اللہ العظمی 'ایران۔تبیان القرآن ص ۸۹۲ ج ۱)

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ: روزہ داروں کی برکت سے ان سے عذاب کو دور فرما دیتے ہیں جو روزہ نہیں رکھتے، اور مجاہدوں کی برکت سے ان لوگوں سے عذاب کو دور فرما دیتے ہیں جو جہاد نہیں کرتے، اور اگر سب لوگ ان احکام کے چھوڑنے پر جمع ہو جائیں تو اللہ تعالی ان کو پلک جھپکنے کی بھی مہلت نہ دیں۔

(الجامع لاحکام القرآن ص ۲۳۵ ج ۳، مطبوعہ: دارالفکر' بیروت۔تبیان القرآن ص ۱۹۷ ج ۷)

(۳):......اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُ وْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلَ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِيْماً ﴾۔(سورۂ نساء، آیت نمبر: ٦٤)

ترجمہ:......اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے نفس پر ظلم کر لیا تھا آپ کے پاس آ جاتے اور آ کر اللہ تعالی شانہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے معافی مانگتے تو ضرور اللہ تعالی کو توبہ قبول کرنے والا پاتے۔

ایک بدو کا قبر پر سلام پیش کرنا اور مغفرت کی بشارت کا عجیب واقعہ

محمد بن عبید اللہ عتبی کہتے ہیں کہ: میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو قبر اطہر پر زیارت کے لئے حاضر ہوا' اور حاضری کے بعد ایک جانب بیٹھ گیا، اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار بدوانہ صورت حاضر ہوئے اور آ کر عرض کیا: یا خیر الرسل! (اے رسولوں کی بہترین ذات

ﷺ) اللہ جل شانہ نے آپ پر قرآن شریف میں نازل فرمایا:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ ۔(سورۂ نساء، آیت نمبر:۶۴)

اے اللہ کے رسول! میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں، اور اللہ جل شانہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں، اور میں آپ کی شفاعت کا طالب ہوں، اس کے بعد وہ بدو رونے لگے اور یہ اشعار پڑھے۔

يا خير من دُفنت بالقاع اعظمه	فطاب من طيبهن القاع والاكم
نفسي الفداء لقبر انت ساكنه	فيه العفاف و فيه الجود والكرم

اے بہترین ذات ان سب لوگوں میں جن کی ہڈیاں ہموار زمین میں دفن کی گئیں، کہ ان کی وجہ سے زمین اور ٹیلوں میں بھی عمدگی پھیل گئی۔

میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ مقیم ہیں کہ اس میں عفت ہے، اس میں جود ہے، اس میں کرم ہے۔

اس کے بعد انہوں نے استغفار کیا اور چلے گئے، عتبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: میری آنکھ لگ گئی تو میں نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ: جاؤ اس بدو سے کہہ دو کہ: میری سفارش سے اللہ جل جلالہ نے ان کی مغفرت فرمادی۔

(ذكره ابن عساكر في تاريخه، وابن الجوزي وغيرهما باسانيد هم، كذا في: شفاء الاسقام، والمواهب، وذكره الموافق مختصرا)

اکثر حضرات نے یہی دو شعر نقل کئے ہیں، مگر امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی ”مناسک“ میں اس کے بعد دو شعر اور نقل کئے ہیں۔

انت الشفیع الذی ترجی شفاعته علی الصراط اذا ما زلت القدم

و صاحباک لا انساهما ابدا منی السلام علیکم ما جری القلم

آپ ایسے سفارشی ہیں جن کی سفارش کے ہم امیدوار ہیں، جس وقت کہ پل صراط پر لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے۔

اورآپ کے دوساتھیوں کوتو میں کبھی نہیں بھول سکتا، میری طرف سے تم سب پرسلام ہوتا رہے جب تک کہ دنیا میں لکھنے کے لئے قلم چلتا رہے (یعنی قیامت تک)۔

نوٹ:......تفصیل کے لئے دیکھئے! ''عمدۃ المناسک'' ص: ۶۹۰ ؍اور فضائل حج ص ۱۰۲۔

(۴):......اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَابْتَغُوْآ اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾۔ (سورۂ مائدہ، آیت نمبر: ۳۵)

ترجمہ:......اور اس تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔

تشریح:......وسیلہ سے یہاں مراد ہر وہ نیک عمل ہے جو اللہ تعالی کی خوشنودی کا ذریعہ بن سکے، اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنے کے لئے نیک اعمال کو وسیلہ بناؤ۔

(آسان ترجمہ)

(۵):......اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾۔ (سورۂ انفال، آیت نمبر: ۳۳)

ترجمہ:......اور (اے پیغمبر!) اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان کو اس حالت میں عذاب دے، جب تم ان کے درمیان موجود ہو، اور اللہ اس حالت میں بھی ان کو عذاب دینے والا نہیں ہے جب وہ استغفار کرتے ہوں۔

(۶):......اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا﴾۔ (سورۂ کہف، آیت نمبر: ۸۲)

ترجمہ:......اور ان دونوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔

(۷):......اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾۔(سورۂ فتح،آیت نمبر:۲۵)

ترجمہ:......(البتہ) اگر وہ مسلمان وہاں سے ہٹ جاتے تو ہم ان (اہل مکہ) میں سے جو کافر تھے،انہیں دردناک سزا دیتے۔

(۸):......اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾۔(سورۂ طور،آیت نمبر:۲۱)

ترجمہ:......اور جو لوگ ایمان لائے ہیں،اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہے،تو ان کی اولاد کو ہم انہی کے ساتھ شامل کردیں گے،اور ان کے عمل میں سے کسی چیز کی کمی نہیں کریں گے۔

تشریح:......یعنی نیک لوگوں کی اولاد اگر مؤمن ہو تو اگر چہ وہ اپنے اعمال کے لحاظ سے جنت میں اس اونچے درجے کی مستحق نہ ہو جوان کے والد کو ملا ہے،لیکن اللہ تعالیٰ والد کو خوش کرنے کے لئے اولاد کو بھی وہی درجہ دے دیں گے،اور والد کے درجے میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔(آسان ترجمہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ مؤمن کی اولاد کو مؤمن کے ساتھ اس کے درجہ میں بلند فرمائیں گے،خواہ اس کی اولاد کا عمل اس کے برابر نہ ہو، تا کہ اولاد کی وجہ سے مومن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

(مسند بزار، رقم الحدیث:۲۲۶۰۔معجم طبرانی کبیر، رقم الحدیث:۳۲۳۴۲/۳۲۳۴۱/۳۲۳۳۹)

حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا آپ ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگنا

(۱)......عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : لمّا اقترف آدمُ الخطِیئة ، قال : یا ربِّ اسألک بِحقِّ محمد لما غفرتَ لی ، فقال الله عز وجلّ : یا آدمُ ! وکیف عرفتَ محمدًا ولم اخلُقْهُ ؟ قال : لِاَنَّک یا ربّ لمّا خلقتَنی بیدک ، و نفختَ فِیَّ من روحک ، رفعتُ رأسی فرأیتُ علی قوائِمِ العرش مکتوبا : لا اله الا اللّه محمّد رسول الله ، فعلمتُ انّک لم تُضِفُ الَی اسْمک الا احبَّ الخلْقِ الیک ، فقال اللّه عز وجلّ : صدقتَ یا آدم انّه لَاَحَبُّ الخلقِ الیّ ، واذ سألتَنِی بحقِّه فقد غفرتُ لک ، ولولا محمّدٌ ما خلقتُک۔

(دلائل النبوۃ ص۴۸۹، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جب حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے (اجتہادی خطاء اور) چوک ہوگئی تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ! میں آپ سے حضرت محمد ﷺ کے حق (اور وسیلہ) سے سوال کرتا ہوں کہ: مجھے معاف کر دیجئے۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ: اے آدم! تم نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا؟ حالانکہ میں نے ابھی تک ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے عرض کیا: اے رب! جب آپ نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا، اور آپ نے مجھ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر ''لا الہ الا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ'' لکھا ہوا تھا تو میں نے جان لیا کہ آپ نے جن کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے، وہ آپ کو ساری مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہوں گے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: اے آدم! تم نے سچ کہا وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں، اور چونکہ تم

نے ان کے وسیلہ سے سوال کیا ہے اس لئے میں نے تم کو بخش دیا، اور اگر محمد ﷺ کو پیدا نہ کرنا ہوتا تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔

تشریح:...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقربین کے وسیلہ سے دعا کا ثبوت ابتدائے پیدائش سے مشروع ہے۔

آپ ﷺ کا اپنے اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے وسیلہ سے دعا فرمانا

(۲)......عن انس بن مالک رضی اللہ عنه قال : لمّا ماتت فاطمةُ بنتُ اسدِ بن هاشمٍ امُّ علیّ رضی الله عنهما– دخل علیها رسول الله صلی الله علیه وسلم– فجلس عند رأسِها ، فقال : رحمکِ اللّٰه یا امِّی ، کُنتِ اُمِّی بعد اُمِّی ، تَجُوعینَ و تُشبِعیننی ، وتَعْرَینَ وتکْسینی ، وتَمْنَعین نفسَکِ طیّبًا و تُطْعِمینی ، تُریدینَ بذلک وجهَ اللّٰه والدّار الآخرَة ، ثمّ امر اَن تُغسَّل ثلا ثا ، فلمّا بلغ الماءُ الَّذی فیه الکافورُ سکَبَهُ رسول الله صلی الله علیه وسلم بیده ، ثمّ خَلع رسول الله صلی الله علیه وسلم قمیصَه فألبَسَها ایّاهُ ، وکفَّنها بِبُردٍ فوقَهُ ، ثمّ دعا رسول الله صلی الله علیه وسلم اسامةَ بن زیدٍ ، وابا ایّوب الانصاری ، وعمرَ بن الخطاب ، وغلامًا اسودَ یحفِرون ، فحَفَروا قبرَها ، فلمّا بلغوا اللَّحد حفَرَهُ رسول الله صلی الله علیه وسلم بیده ، واخرج تُرابَه بیده ، فلمّا فرغ دخل رسول الله صلی الله علیه وسلم فاضطجع فیه ، فقال : الله الّذی یُحی و یُمِیت ، وهُو حیّ لا یموت ، اغفر لامِّی فاطمةَ بنت اسدٍ ، ولقّنها حجّتها ووسِّعْ علیها مُدْخَلها بحقِّ نبیّک والانبیاءِ الَّذین من قَبلی ، فانّک ارحم الرّاحمین ، وکبّر علیها اربعًا ، واَدخَلُوها اللّحد هُو ، والعبّاس وابو بکر الصّدیق رضی الله عنهم ، رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط ، وفیه روح

بن صلاح ، وثقه ابن حبان والحاکم ، وفيه ضعف ، وبقية رجاله رجال الصحيح۔

(مجمع الزوائد ص۳۰۴ ج۹، باب مناقاب فاطمة بنت اسد رضى الله عنها ، رقم الحديث :۱۵۳۹۹)

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور ان کے سر کے پاس تشریف فرما ہوئے، اور فرمایا: اے میری والدہ! اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ میری (حقیقی) والدہ (کی وفات) کے بعد (اب) میری والدہ (کی جگہ اور ان کے برابر) ہیں، آپ بھوکی رہتی تھیں اور مجھے سیراب کرتی تھیں، اور خود (عمدہ) کپڑے نہ پہن کر مجھے پہناتی تھیں، اور عمدہ کھانے کو اپنے سے روک کر مجھے کھلاتی تھیں، اور یہ تمام کام اللہ تعالی کی رضا اور آخرت کے لئے کرتی تھیں، پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ انہیں (سنت کے مطابق) تین مرتبہ (پانی بہا کر) غسل دیں، پھر جب کافور ملا ہوا پانی پہنچا تو آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے اس پانی کو ان پر بہایا، پھر آپ نے اپنا قمیص مبارک اتار کر ان کو پہنایا، اور ان کے اوپر چادر ڈال کر کفنایا، پھر آپ ﷺ نے حضرت اسامہ، حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم اور ایک حبشی غلام کو بلایا جو قبر کھودتے تھے، انہوں نے قبر کھودی، جب قبر لحد تک تیار ہوگئی تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے (کچھ حصہ) کھودا، اور اس کی مٹی اپنے ہاتھ مبارک سے نکالی، پھر جب آپ ﷺ ان کی قبر کھودنے سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ ان کی قبر میں لیٹ گئے، اور یہ دعا فرمائی: اللہ ہی زندگی عطا فرماتے ہیں، وہی موت دیتے ہیں، اور وہی زندہ ہیں جنہیں موت نہیں آتی، اے اللہ! آپ کے نبی اور مجھ سے پہلے حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے وسیلہ سے میری ماں کی مغفرت فرما دیجئے، ان کو حجت القا فرما، ان

کی قبر کو وسیع فرما، بلاشبہ آپ سب سے زیادہ رحم فرمانے والے ہیں،(پھر آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی) اور چار تکبیریں کہی، اور آپ ﷺ اور حضرت عباس اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما نے ان کو قبر میں اتارا۔

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات اور فضائل

تشریح:......حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا شمار ان عورتوں میں ہوتا ہے جنہوں نے عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی پرورش اور تربیت کی، جب حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو آپ ﷺ نے انہیں اپنی قمیص میں کفن دیا، ان کی نماز جنازہ پڑھائی، ان کے لئے استغفار کیا اور دعائے خیر کی، اور جب انہیں قبر میں رکھ دیا گیا تو آپ ﷺ ان کے ساتھ (تھوڑی دیر کے لئے) قبر میں لیٹ گئے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو کچھ کیا ہے آپ نے ایسا کسی اور کے ساتھ نہیں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنی قمیص میں انہیں کفن دیا تاکہ اللہ تعالی انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے اور ان کی مغفرت فرمائے، میں ان کی قبر میں اس لئے لیٹا تاکہ اللہ تعالی ان کے لئے تخفیف فرمائے۔

ایک روایت میں ہے کہ: آپ ﷺ ان کی قبر میں اترے اور ہاتھ سے یوں اشارے کئے جیسے آپ قبر میں توسیع کر رہے ہوں، پھر قبر سے باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، آپ ﷺ نے مٹھی بھر مٹی قبر میں ڈالی، جب آپ ﷺ چلنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ! میں نے آپ کو ان کے ساتھ جو کچھ کرتے دیکھا ہے وہ آپ نے کسی اور عورت کے ساتھ نہیں کیا؟ آپ ﷺ

نے فرمایا: عمر! یہ عورت میری حقیقی والدہ کے بعد ماں کا درجہ رکھتی ہے، ابو طالب کا میرے ساتھ بہت اچھا رویہ رہا ہے، ان کا دستر خوان بچھتا تھا جس پر ہمیں جمع کیا جاتا، یہ عورت ابو طالب کے ہاں فضیلت والی عورت تھیں، جبرئیل امین علیہ السلام نے مجھے اپنے رب تعالی کی طرف سے خبر دی ہے کہ یہ اہل جنت میں سے ہیں، مجھے جبرئیل امین علیہ السلام نے یہ بھی خبر دی ہے کہ: اللہ تعالی نے ستر ہزار فرشتوں کو ان پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

(کنز العمال، فاطمة بنت اسد رضی الله عنها ، الفضائل ، رقم الحديث :۳۷۶۰۶/۳۷۶۰۷)

آپ ﷺ فقراء مہاجرین کے طفیل کامیابی کی دعا فرمایا کرتے تھے

(۳)......عن امية بن خالد بن عبد الله بن اُسيد رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم : انه كان يستفتح بصعاليک المهاجرين۔

(مشکوۃ ص۴۴۷، باب فضل الفقراء ما جاء فی لبس الصوف ، ابواب اللباس)

ترجمہ:......حضرت امیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ فقراء مہاجرین کے طفیل کامیابی کی دعا فرمایا کرتے تھے۔

تشریح:......صعالیک: ''صعلوک'' کی جمع ہے جیسا کہ ''عصفور'' کی جمع ''عصافیر'' ہے۔ اور ''صعلوک'' کے معنی ہیں: فقیر و مسکین اور کمزور و نادار۔

حضور اکرم ﷺ کفار سے مقابلہ کے وقت اللہ تعالی سے فتح حاصل کرنے کی جو درخواست فرماتے اس میں فقراء مہاجرین کا واسطہ اور ان کی دعاؤں کی برکت کا ذریعہ اختیار فرماتے۔ (مظاہر حق ص۷۴۹ ج۴)

محدث کبیر ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: ''وقال الملک بان يقول : اللهم انصرنا على الاعداء بحق الفقراء المهاجرين'' (مرقات ص۱۳ ج۱۰)

ابن الملک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ اس طرح دعا فرماتے تھے: اے اللہ! اپنے فقراء مہاجرین بندوں کے وسیلہ اور طفیل سے دشمنوں کے خلاف ہماری مدد فرما۔

آپ ﷺ کا خود اپنے وسیلہ سے دعا کی تعلیم فرمانا

(۴)......عن عثمان بن حنیف رضی الله عنه ان رجلا ضریر البصر اتی النّبی صلی الله علیه وسلم فقال : ادع الله لی ان یُعافینی ، فقال : ان شئت اخّرتُ لک وهو خیر ، وان شئت دعوت ، فقال : ادْعُهُ ، فامره ان یتوضأ فیُحسِن وضوءَ هٗ ' ویصلی رکعتین ' ویدعو بهذا الدعاء : اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ ' وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ ' یَا مُحَمَّد اِنِّی قَدْ تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّی فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی ، اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ ۔

(ابن ماجہ، باب صلوة الحاجة ، رقم الحدیث:۱۳۸۵۔ترمذی، احادیث شتی من ابواب الدعوات ، رقم الحدیث:۳۵۷۸)

ترجمہ:......حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ایک نابینا (اندھے) آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ: آپ اللہ تعالی سے میرے لئے عافیت کی دعا کیجئے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اگر چاہو تو آخرت کے لئے دعا مانگوں اور وہ تمہارے لئے بہتر ہے، اور چاہو تو (ابھی) دعا کردوں؟ انہوں نے عرض کیا: (ابھی ہی) دعا فرمادیجئے! آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: خوب اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا مانگو: اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں' اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں' رحمت والے نبی کے وسیلے سے، اے محمد (ﷺ)! میں نے اپنی ضرورت کے سلسلہ میں آپ کے وسیلہ سے اپنے پروردگار کی طرف توجہ کی تا کہ یہ ضرورت پوری

ہوجائے۔اے اللہ! محمد ﷺ کی شفارش میرے بارے میں قبول فرمالیجئے۔

تشریح:.......امام بیہقی رحمہ اللہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ:

''قال عثمان : فو الله ما تفرقنا و لا طال الحديث ' حتى دخل الرجل و كأنّه لم يكن به ضر قط''۔(دلائل النبوۃ ص ۱۶۷ ج ۶ ،مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ 'بیروت)

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اللہ کی قسم! ہم اس مجلس سے اٹھے نہیں تھے،اور نہ ابھی بات کا سلسلہ لمبا ہوا تھا کہ وہ نابینا شخص اس حال میں داخل ہوئے کہ ان کی آنکھ میں کوئی تکلیف نہیں تھی۔

ابن السنی رحمہ اللہ نے بھی اس زیادتی کونقل فرمایا ہے۔اور ابن السنی کی روایت میں دعا کے آخری الفاظ اس طرح ہیں:'' اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ وَ شَفِّعْنِيْ فِيْ نَفْسِيْ ''

(عمل اليوم والليلة ص ۳۵۷، باب ما يقول لمن ذهب بصره ، رقم الحديث:۶۲۷)

ابوطالب کا شعر: آپ ﷺ کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے

(۵)......عن انس رضى الله عنه قال : جاء اعرابى الى النّبى صلى الله عليه وسلم وشكا اليه قلة المطر وجدوية السنة ' فقال : يا رسول الله ! لقد أتيناك وما لنا بعير نيط ولا صبى يصطبح ' وانشد ؎

اتيناك والعذراء يدمى لبانها وقد شغلت ام الصبى عن الطفل

والقت بكفيها الفتى لاستكانة من الجوع ضعفا ما يمر وما يحلى

ولا شىء مما ياكل الناس عندنا سوى الحنظل العامى والعلهز الفسل

وليس لنا الا اليك فرارنا واين فرار الناس الا الى الرسل

فمد رسول الله يده يدعو فما رد يده الى نحره حتى استوت السماء باورقها ' وجاء

اهل البطاح يضجون يا رسول الله ! الطرق ' فقال : حوالينا ولا علينا ' فانجلى السحاب حتى احدق بالمدينة كالاكليل ' فضحك رسول الله حتى بدت نواجذه وقال : لله در ابى طالب لو كان حيا لقرت عيناه ' من ينشدنا قوله ' فقام على ابن ابى طالب فقال : يا رسول الله ! لعلك اردت قوله : ۔

وابيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للارامل

يلوذ به الهلاك من آل هاشم فهل عنده فى نعمة و فواضل

كذبتم و بيت الله يبزى محمد ولما نقاتل دونه و نناضل

ونسلمه حتى نصرع حوله ونذهل عن ابنائنا و الحلائل

فقال رسول الله اجل ذلك اردت۔

(کنز العمال ، صلوة الاستسقاء ، رقم الحديث:۲۳۵۴۹۔دلائل النبوۃ ص۴۴۷، باب ، رقم الحديث:۱۷۳۴)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ایک اعرابی آپ ﷺ کے پاس آئے اور بارش کی کمی اور خشک سالی کی شکایت کی اور کہنے لگے: یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس آئے ہیں، ہمارے اونٹ بھوک سے بلبلا رہے ہیں اور بچے بھوک سے رو رہے ہیں، پھر یہ اشعار پڑھے:

ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اس حال میں کہ عورت (اور اونٹنی) کے تھنوں سے دودھ کے بجائے خون ابل رہا ہے، اور بچے کی ماں اپنے بچے سے منہ موڑ چکی ہے۔

بھوک نے ماں کو اتنا کمزور، بے ہمت اور سست کر دیا ہے کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنا بچہ دور پھینک دیا ہے، اس کے پاس اتنی چیز بھی نہیں جو اس کے منہ کو کڑواہٹ یا مٹھاس

دے سکے۔

ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جسے لوگ کھاتے ہوں، ہمارے پاس اگر کچھ ہے بھی تو وہ عام قسم کا اندرائن اور ردی قسم کی علہز بوٹی ہے (جسے کھایا ہی نہیں جاتا)۔

ہمارے لئے آپ کی طرف بھاگنے (اور جائے پناہ لینے) کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے، اور لوگوں کے لئے رسولوں کے علاوہ بھاگنے (اور جائے پناہ لینے) کی جگہ ہو سکتی ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ مبارک پھیلائے اور دعا کی حتی کہ آپ ﷺ کے ہاتھ اپنے سینے کی طرف واپس نہیں ہوئے تھے کہ آسمان ابر آلود ہو گیا اور موسلا دھار بارش برسنے لگی، اتنے میں اہل بطاح چیختے ہوئے آگئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! راستے بند ہو چکے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: یا اللہ! بارش کا رخ ہمارے مضافات کی طرف موڑ دے اور ہمارے اوپر سے بارش ہٹا دے، چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے بادل چھٹ گئے اور مدینہ منورہ آیئنہ کی طرح صاف وشفاف ہو گیا، رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے حتی کہ آپ کی ڈاڑھیں (دانت مبارک) دکھائی دینے لگیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ابو طالب کی بھلائی اللہ ہی کے لئے ہے، کاش اگر آج زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں، ان کے اشعار ہمیں کون سنائے گا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! شاید آپ کی مراد ابو طالب کے یہ اشعار ہیں:

اور وہ (حضور ﷺ سرخ) سفید چہرے والے ہیں' جن کی ذات کا واسطہ دے کر بارش طلب کی جاتی ہے، وہ یتیموں کے فریاد رس ہیں' اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں۔

ہاشم کی اولاد کے ہلاکت زدہ لوگ ان کی پناہ حاصل کرتے ہیں، اور ان کے پاس آکر نعمتوں اور فراوانیوں میں آجاتے ہیں۔

(اے کفار مکہ) بیت اللہ کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو کہ محمد ﷺ غالب ہوکر رہیں گے ورنہ ہم ان کے آگے پیچھے دائیں بائیں قتال کریں گے اور تیروں کی بارش برسادیں گے۔
ہم اسے صحیح وسلامت رکھیں گے حتی کہ ہم ان کے اردگرد پچھاڑ دیئے جائیں گے اور ہم اس وقت اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھلادیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، میری مراد یہی اشعار ہیں۔

آپ ﷺ کی قبر شریف کے مقابل چھت میں سوراخ کر کے وسیلہ پکڑنا

(٦)......عن ابی الجوزاء قال : قُحِطَ اهلُ المدينة قحطا شديدا ' فشكوا الى عائشة فقالت : انظروا قبر النبى صلى الله عليه وسلم فاجعلوا منه كُوًى الى السماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقفٌ ، ففعلوا ' فمُطِرُوا مطرا حتى نبت العُشْبُ و سَمِنَتِ الابل حتى تَفتَّقَتْ من الشحم ' فسُمِّى عام الفَتْقِ ، رواه الدارمى۔

(مشکوۃ ص۵۴۵، باب الكرامات ، سنن الدارمى ، باب اكرم الله تعالى نبيه ، رقم الحديث:۹۳)

ترجمہ:......حضرت ابوالجوزاء سے روایت ہے کہ: اہل مدینہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قحط پڑنے کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: دیکھو آپ ﷺ کی قبر مبارک کے ٹھیک بالمقابل چھت میں ایک سوراخ کھولو کہ آسمان اور آپ ﷺ کی قبر شریف کے درمیان کوئی حائل باقی نہ رہے۔صحابہ وغیرہ (تابعین رضی اللہ عنہم ورحمہم اللہ) نے جا کر ایسا ہی کیا، پھر اس زور کی بارش ہوئی کہ ہر جگہ گھاس کی کثرت ہوگئی، اونٹ فربہ (اور موٹے) ہوگئے اور موٹاپے کی وجہ سے ان کے جسم کی چربی پھٹ پڑی، اور اسی وجہ سے اس کا نام تاریخ میں ''عام الفتق'' پڑ گیا۔

تشریح:......''شرح مواہب لدنیہ'' میں ہے کہ:

مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ قحط پڑا تو لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئے ، اوراپنی پریشانی پیش کی ، انہوں نے فرمایا کہ: آنحضرت ﷺ کے روضۂ مبارک کی چھت اس قدر کھول دی جائے کہ آسمان اس سے نظر آنے لگے،لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ یہ بھی ایک طرح کا آپ ﷺ کی ذات سے توسل کا طریقہ تھا، چنانچہ بارش ہوئی اوراتنی ہوئی کہ ہر جگہ سبزہ زار(گھاس) اگ آئے ، اوراس طرح خدا کی مخلوق نے اطمینان کا سانس لیا۔

(ترجمان السنہ ص۴۴۹ ج۴، الرسول الاعظم والمطر بوسیلته صلى الله عليه وسلم ، تحت رقم الحديث:١٦٥٠)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس کی مراد یہ لکھتے ہیں کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: انہوں نے بارش آنے کے لئے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک سے اپنے حجرہ کی چھت کھول دی تھی ،اس کی وجہ یہ تھی کہ بارش ایک رحمت ہے وہ آنحضرت ﷺ پر نازل ہوگی ،لیکن وہاں بارش کے لئے کوئی دعاوغیرہ نہیں کی گئی۔اسی لئے جب عہد تابعین میں آنحضرت ﷺ کا حجرہ تعمیر ہوا(آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں) تو اوپر کی جانب روشندان (کھڑکی کو) کھلا رہنے دیا گیا جو ابھی تک اسی طرح کھلا ہوا موجود ہے۔

(اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۳۸۔ترجمان السنہ ص۳۴۹ ج۴، قصة فتح الكوة ايضا كانت نحوا من الاستسقاء ، تحت رقم الحديث:١٥٥٠)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ سے حجرہ شریف کی چھت میں سوراخ کا کھولا جانا دراصل قبر مبارک سے وسیلہ وسفارش حاصل کرنا تھا۔مطلب یہ کہ حیات مبارکہ میں تو لوگ

آنحضرت ﷺ کی ذات مبارکہ کے ذریعہ بارش کے طلب گار ہوتے تھے، اور جب ذات مبارک نے اس دنیا سے پردہ فرمالیا اور استسقاء (طلب بارش) کی ضرورت پیش آئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ: قبر مبارک کے اوپر سے چھت کھول دی جائے تاکہ رحمت حق جوش میں آئے، اور پانی برسنے لگے، گویا انہوں نے ظاہر میں تو قبر مبارک کو بارش کی طلب کا ذریعہ بنایا، لیکن حقیقت میں آپ ﷺ کی ذات مبارک ہی اس طلبگاری کا ذریعہ اور وسیلہ تھیں، اور قبر مبارک کی چھت کا کھولا جانا اس طلبگاری کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنانے اور پریشان حال لوگوں کی اضطراری کیفیت کو ظاہر کرنے کے لئے تھا۔

(مظاہر حق ص ۵۶۰ ج ۵)

آپ ﷺ کے بال مبارک سے وسیلہ پکڑنا

(۷)......عن عثمان بن عبد الله بن موهب قال : ارسلنی اهلی الی ام سلمة زوج النبی صلی الله علیه وسلم بقدح من ماء- وقبض اسرائیل ثلاث اصابع- من فضة فیه شعَر من شعَر النبی صلی الله علیه وسلم ' وکان اذا اصاب الانسان عین أو شیء بعث الیها مِخْضَبَهُ' فَاطَّلَعْتُ فی الجُلجُلِ' فرایتُ شعَرات حمرا۔

(بخاری، باب ما یذکر فی الشیب کتاب اللباس ، رقم الحدیث:۵۸۹۶)

ترجمہ:......حضرت اسماعیل بن عبداللہ بن موہب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: مجھے میرے گھر والوں نے آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پیالہ میں پانی دے کر بھیجا (حدیث کے راوی حضرت) اسرائیل (رحمہ اللہ) نے تین انگلیاں بند کرلیں، اس چاندی کی ڈبیہ میں نبی کریم ﷺ کے بالوں میں سے کچھ بال (مبارک) تھے۔ (حضرت عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:) جب کسی شخص کو نظر بد لگ جاتی یا اور کوئی

تکلیف ہوتی تو وہ اپنا پانی کا پیالہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیتا (وہ اس پانی میں اس ڈبیہ کو ڈبو دیتیں جس میں نبی کریم ﷺ کے بال مبارک تھے۔حضرت عثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ:) میں نے شیشی کو دیکھا تو اس میں سرخ بال تھے۔

تشریح:......حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آپ ﷺ کے بالوں میں سے چند بال مبارک تھے، جب لوگ بیمار ہوتے تو ان بالوں سے تبرک حاصل کرتے اور ان کی برکت سے ان کو شفا ہوتی۔

''وقبض اسرائیل ثلاث اصابع '' یہ جملہ معترضہ ہے، اسرائیل بن یونس نے حدیث سمجھانے کے لئے تین انگلیوں سے اشارہ کیا، اس جملہ میں اس کا ذکر ہے۔

اس حدیث پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ چاندی کا پیالہ استعمال کرنا تو جائز نہیں۔

(ا)......اس کا جواب یہ دیا گیا کہ: یہ خالص چاندی کا نہیں تھا، صرف اس پر چاندی کا کچھ کام ہوا تھا۔

(ب)...... یا خالص چاندی کا تھا، لیکن اس طرح کے چاندی کے چھوٹے برتن کے استعمال کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جائز سمجھتی تھیں۔

(ج)......اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کھانے پینے کے لئے اس کو استعمال نہیں کرتی تھیں، صرف حضور ﷺ کے بال مبارک اس میں رکھے گئے تھے۔ چاندی کے برتن میں اس طرح کی کوئی چیز محفوظ کرنا جائز ہے۔

اس حدیث کی مزید تشریح کے لئے دیکھئے! کشف الباری ص ۲۵۵، کتاب اللباس۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کے بال مبارک کے توسل سے فتح پانا

(۸)......عن عبد الحمید عن ابیه قال : کان فی قلنسوة خالد بن الولید رضی الله

عـنـه مـن شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقال خالد : ما لقيت قوما قط وهى على راسى الا أُعطِيتُ الفَلَجَ۔(كنز العمال ، فضائل: خالد بن وليد ، رقم الحديث:۳۷۰۲۵)

ترجمہ:......حضرت عبدالحمید رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں کہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں رسول اللہ ﷺ کا بال مبارک تھا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب بھی کسی قوم سے میرا مقابلہ ہوا' اس حال میں کہ بال مبارک میرے سر پر ہو تو مجھے ضرور فتح وجیت ملی ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ٹوپی کے گم ہونے پر تلاش کروانا

(۹)......اخرج الطبرانى عن جعفر بن عبد الله بن الحكم ' ان خالد بن الوليد رضى الله عنه فقَدَ قلنسوةً له يوم اليرموك ، فقال اطلبوها ' فلم يجدوها ' فقال : اطلبوها فوجدوها ' فاذا هى قلنسوة خَلَقَةٌ ، فقال خالد : اعتمر رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فحلق رأسه ' فابتدر الناس جوانب شعره ' فسَبَقْتُهُم الى ناصيته ' فجعلتُها فى هذه القلنسوة ' فلم اشهد قتالا وهى معى الا رُزِقْت النُّصرة۔

(حياة الصحابة ص۵۵۰ج۴، الاستنصار بشعر النبى صلى الله عليه وسلم ، الباب التاسع عشر)

ترجمہ:......حضرت جعفر بن عبداللہ بن حکم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگ یرموک کے دن اپنی ایک ٹوپی نہ پائی تو ساتھیوں سے فرمایا: اسے تلاش کرو، انہوں نے تلاش کیا، تو انہیں نہ ملی، فرمایا: اور تلاش کرو، اور تلاش کیا گیا تو مل گئی۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ بالکل پرانی ٹوپی تھی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دفعہ حضور ﷺ نے عمرہ کیا، پھر بال منڈوائے، لوگ آپ ﷺ کے بالوں پر جھپٹ پڑے، میں نے بھی آگے بڑھ کر آپ ﷺ کی پیشانی کے بال اٹھا لئے اور اس ٹوپی میں

رکھ لئے ، میں کسی بھی لڑائی میں شریک ہوتا ہوں ، اور یہ ٹوپی میرے پاس ہوتی ہے تو مجھے اللہ کی غیبی نصرت ضرور نصیب ہوتی ہے ۔ (حیاۃ الصحابہ اردو ص۱۰۳۶ ج۳)

آپ ﷺ کی ذات مبارک اور قمیص مبارک سے وسیلہ پکڑنا

(۱۰)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : لمّا ماتت امّ علی بن ابی طالب –رضی الله عنه– فاطمة بنت اسد بن هاشم رضی الله عنها و كانت ممّن كفّل النبی صلی الله علیه وسلم وربته بعد موت عبد المطلب ، كفنها النبی صلی الله علیه وسلم فی قمیصه ، وصلّى علیها واستغفر لها وجزاها الخیر بما ولیته منه ، واضطجع معها فی قبرها حین وضعت ، فقیل له : صنعتَ یارسول الله ! بها صنعا لم تصنع باحدٍ ؟ قال : انما كفنتُها فی قمیصی ، لیدخلها الله الرحمة ویغفر لها ، واضطجعتُ فی قبرها ، لیخفف الله عنها بذلک ۔

ترجمہ:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا کا شمار ان عورتوں میں ہوتا ہے جنہوں نے عبد المطلب کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی پرورش اور تربیت کی ، جب حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو آپ ﷺ نے انہیں اپنی قمیص میں کفن دیا ، ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے لئے استغفار کیا اور دعائے خیر کی ، اور جب انہیں قبر میں رکھ دیا گیا تو آپ ﷺ ان کے ساتھ (تھوڑی دیر کے لئے) قبر میں لیٹ گئے ، صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے پوچھا : یارسول اللہ ! آپ نے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو کچھ کیا ہے آپ نے ایسا کسی اور کے ساتھ نہیں کیا ؟ آپ ﷺ نے فرمایا : میں نے اپنی قمیص میں انہیں کفن دیا تا کہ اللہ تعالی انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے ، اور ان کی

مغفرت فرمائے،اور میں ان کی قبر میں اس لئے لیٹا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے تخفیف فرمائے۔(کنز العمال ، فاطمة بنت اسد رضی الله عنها ، الفضائل ، رقم الحدیث :۳۷۶۰۶)

(۱۱)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : لمّا ماتت فاطمة امّ علی – رضی الله عنهما– خلع رسول الله صلی الله علیه وسلم قمیصه والبسها ایّاه ' واضطجع فی قبرها ' فلمّا سوی علیها التراب ' قال بعضهم : یارسول الله ! رأیناک صنعت شیئا لم تصنعه باحدٍ؟ قال : انی البستُها قمیصی لتلبس من ثیاب الجنة ' واضطجعتُ معها فی قبرها لأخفف عنها من ضغطة القبر ' انّها کانت احسن خلق الله صنیعا الیّ بعد ابی طالب۔

ترجمہ:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: جب حضرت فاطمہ(بنت اسد رضی اللہ عنہا) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے اپنی قمیص اتار کرانہیں پہنائی اور پھران کی قبر میں لیٹ گئے، جب قبر پر مٹی ڈالدی تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم نے آپ کو وہ کچھ کرتے دیکھا ہے جوآپ نے کسی اور کے ساتھ نہیں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنی قمیص انہیں پہنائی ہے تاکہ وہ جنت کے کپڑے پہنے، اور میں ان کے ساتھ ان کی قبر میں لیٹا ہوں تاکہ قبر کی بھینچ میں ان کے لئے تخفیف کروں، بلاشبہ ابوطالب کے بعد انہوں نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے۔(کنز العمال ، فاطمة بنت اسد رضی الله عنها ، الفضائل ، رقم الحدیث :۳۷۶۰۸)

حضور ﷺ نے سر پر جس جگہ ہاتھ پھیرا تھا' اس کے توسل سے دعا ودم

(۱۲)......عن حنظلة بن حذیم (بن حنیفة) رضی الله عنهم قال : وفدتُّ مع جدِّی حذیم الی رسول الله صلی الله علیه وسلم ' فقال : یا رسول الله ! انّ لی بنین ذَوِی

لُحی وغیرِهم ' وهذا اصغرُهم ' فأدناني رسول الله صلى الله عليه وسلم و مسح رأسي ' وقال : بارک الله فيک ' قال : الذّيال : فلقد رأيت حنظلة يؤتى بالرّجل الوارم وجهُه أوالشّاةِ الوارم ضَرعُها ' فيقول : بسم الله على موضع كفِّ رسول الله صلى الله عليه وسلم' فيَمسَحُه' فيَذهبُ الورمُ۔

قال : الذيال : فلقد رأيت حنظلة يؤتى بالانسان الوارم وجهُه ' فيَتْفُلُ على يديه و يقول : بسم الله ' ويضع يده على رأسه ' موضع كفّ رسول الله صلى الله عليه وسلم فيَمسَحُه ' ثمّ يمسَحُ موضِع الورم ' فيذهب الورم۔

(حیاۃ الصحابہ ص۴۵۰ ج۴، ابراء حنظلة بن حذيم رضى الله عنهما الامراض ببركة اصابها من النبى صلى الله عليه وسلم ، الباب الثامن عشر : باب كيف كان النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه مؤيدون بالتاييدات الغيبية)

ترجمہ:......حضرت حنظلہ بن حذیم بن حنیفہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: میں اپنے والد حضرت حذیم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک وفد کے ہمراہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے والد نے کہا: یارسول اللہ! میرے چند بیٹے ہیں جن میں سے بعض کی ڈاڑھی ہے اور بعض کی نہیں ہے، یہ ان میں سب سے چھوٹا ہے، حضور ﷺ نے مجھے اپنے قریب کیا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا' اور فرمایا: اللہ تجھ میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت ذیال رحمہ اللہ راوی کہتے ہیں کہ: میں نے دیکھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے پاس وہ آدمی لایا جاتا جس کے چہرے پر ورم ہوتا، یا وہ بکری لائی جاتی جس کا تھن سوجا ہوا ہوتا' تو وہ فرماتے: اس اللہ کے نام سے اور حضور ﷺ نے میرے سر پر جس جگہ ہاتھ پھیرا تھا' اس جگہ کی برکت سے، پھر اس ورم پر ہاتھ پھیرتے اور وہ ورم اسی وقت ختم ہوجاتا۔

احمد کی ایک روایت میں ہے کہ: حضرت ذیال رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: میں نے دیکھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے پاس وہ آدمی لایا جاتا جس کے چہرے پر ورم ہوتا' حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کہتے: بسم اللہ، پھر اپنے سر پر اس جگہ ہاتھ پھیرتے جہاں حضور ﷺ نے ہاتھ پھیر رکھا تھا، پھر اپنے ہاتھ پر دم فرماتے پھر ورم والی جگہ پر اپنا ہاتھ پھیرتے تو ورم اسی وقت چلا جاتا۔ (حیاۃ الصحابہ [اردو] ص ۹۸۷ ج ۳، مطبوعہ: مکتبۃ العلم' لاہور)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کرنا

(۱۳)......عن انس بن مالک ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه کان اذا قحطوا اسُتَسقٰی بالعبّاس بن عبد المطّلب ، فقال : اللّهم انّا کنّا نتوسّل الیک بنبیّنا صلی الله علیه وسلم ' فَتَسُقِیُنَا ' وانّا نَتَوَسَّل الیک بِعَمِّ نبیِّنا فَاسُقِنا ' قال : فیُسُقَوُنَ۔

(بخاری ص ۱۳۷ ج ۱، باب سوال النّاس الامام الاستسقاء اذا قحطوا ، ابواب الاستسقاء ، رقم الحدیث: ۱۰۱۰)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب قحط پڑتا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تھے، اور آپ فرماتے: اے اللہ! ہم آپ کی نزدیکی حاصل کیا کرتے تھے' ہمارے نبی ﷺ کے ذریعہ، پس آپ ہمیں بارش عطا فرماتے تھے، اور بے شک ہم آپ کی نزدیکی حاصل کرتے ہیں' ہمارے نبی ﷺ کے چچا کے ذریعہ، پس آپ ہمیں بارش عطا فرمائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: پس وہ پلائے جاتے تھے، یعنی اللہ تعالی بارش عنایت فرماتے تھے۔

تشریح :......بعض حضرات کہتے ہیں کہ: وفات کے بعد نیک آدمی کا توسل جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کا توسل کرتے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا توسل کیوں

کرتے؟ معلوم ہوا کہ مرے ہوئے نیک آدمی کا توسل جائز نہیں۔

جواب:......اولاً! یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے، جو احناف کے نزدیک نصوص میں حجت نہیں۔

دوسرا:......''بخاری شریف'' کی یہ روایت مختصر ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت میں منفرد ہیں، باقی کتب خمسہ میں یہ روایت نہیں ہے، اور پوری روایت ''عمدۃ القاری'' میں ہے، اس میں ہے کہ:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! جب تک حضور اکرم ﷺ دنیا میں تھے ہم آپ ﷺ سے دعا کراتے تھے اور آپ ہمیں بارش عطا فرماتے تھے، اب حضور ﷺ نہیں رہے، البتہ ہمارے درمیان آپ ﷺ کے چچا ہیں، ہم ان سے دعا کراتے ہیں، پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: آیئے اور دعا فرمایئے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دعا کروائی، اور مجمع نے آمین کہی''۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہاں توسل دعا کرانے کے معنی میں ہے، اور دعا ظاہر ہے زندہ ہی سے کرائی جاتی ہے۔ (تحفۃ القاری ص ۳۳۸ ج ۳)

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عیدگاہ میں نماز پڑھائی، پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ کھڑے ہو کر بارش کی طلب کے لئے دعا کریں، پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر دعا کی۔ (نعمۃ الباری ص ۱۳۷ ج ۳)

اور سوچنے کی بات ہے کہ: زندہ نیک آدمی کا توسل بالاتفاق جائز ہے، جبکہ وہ کسی بھی وقت گمراہ ہوسکتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''انّ الحَیَّ لا

تُؤمنُ علیه الفتنة ''زندہ شخص کسی بھی وقت فتنہ کا شکار ہوسکتا ہے، یعنی کسی بھی وقت گمراہ ہو سکتا ہے، پس جب اس کا توسل جائز ہے تو جو بالیقین ایمان پر انتقال کر گیا اس کا توسل کیوں جائز نہیں؟۔(تحفۃ القاری ص ۳۳۸ ج ۳)

زید ابن سلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ: قحط کے سال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا: رسول اللہ ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اس طرح احترام فرماتے تھے جس طرح اولاد اپنے والد کا احترام کرتی ہے، پس اے لوگو! رسول اللہ کے عم محترم کے بارے میں آپ ﷺ کی اقتدا کرو، اور ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس وسیلہ بناؤ، پس وہ ابھی وہاں سے روانہ نہ ہوئے تھے کہ بارش ہوگئی۔

ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ قحط کا یہ سال: ۱۸ھ میں تھا۔

(فتح الباری ص ۵۳۷ ج ۲ ملخصا، دارالمعرفۃ بیروت۔ نعمۃ الباری ص ۱۳۹ ج ۳)

آپ ﷺ کی قبر اطہر پر حاضر ہوکر بارش کی دعا کی درخواست کرنا

(۱۴)......واخرج البیهقی فی الدلائل عن مالک الدار قال : اصاب الناسَ قحطٌ فی زمان عمر بن الخطاب رضی الله عنه ' فجاء رجل الی قبر النّبی صلی الله علیه وسلم ' فقال : یا رسول الله ! استسق الله تعالی لامّتک فانّهم قد هَلکوا ، فاتاه رسولُ الله صلی الله علیه وسلم فی المنام ' فقال : ائتِ عمر ' فَاقْرِاْهُ السلام ' واَخبِرْه اَنَّهم یُسقَوْن ' وقل له : علیک الکَیسَ الکیس ، فاتاه الرّجلُ فاخبرَهُ ' فبکی ثم قال : یا رب ! لا آلوا الا ما عجزتُ عنه۔

(حیاۃ الصحابہ ص ۴۵۰ ج ۴، نزول الغیث بدعاء عمر رضی الله عنه ، الباب الثامن عشر)

ترجمہ:......حضرت مالک الدار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں زبردست قحط پڑا، ایک آدمی نے حضور ﷺ کی قبر اطہر پر حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے اللہ تعالی سے بارش مانگ دیجئے، کیونکہ ساری امت ہلاک ہوگئی ہے، اس آدمی کوخواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی، حضور ﷺ نے ارشادفرمایا: جاکرعمر کومیرا اسلام کہو، اور اسے بتادو کہ بارش ہوگی، اور ان سے کہہ دو کہ سمجھداری سے کام لے اور عقلمندی اختیار کرے، اس آدمی نے آکر: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوساراواقعہ سنایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہنے لگے: اے میرے رب! محنت کرنے اور سمجھداری سے کام لینے میں کسی طرح کمی نہیں کرتا ہوں، البتہ کوئی کام ہی میرے بس سے باہر ہوتو اور بات ہے۔ (حیاۃ الصحابہ [اردو] ص۹۳۷ ج۳، مطبوعہ: مکتبۃ العلم، لاہور)

(۱۵)......عن عبد الرحمن ابن كعب بن مالک قال : كانت الرّمادة جوعا اصاب الناس بالمدينة وما حولها (فاهلكهم) حتى جعلت الوحش تأوِى الى الانس ' وحتى جعل الرّجل يذبح الشاة ' فيُعافُها من قُبحِها وانه لمُقْفِرٌ ' فكان الناس بذلک ' وعمر كالمحصور عن اهل الامصار ' حتّى اقبل بلال ابن الحارث المُزنى رضى الله عنه فاستأذن عليه ' فقال : انا رسولُ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم اليک ! يقول لک رسول الله صلى الله عليه وسلم : لقد عهِدتُّک كَيِّسًا ' وما زِلْت على رِجْلٍ ' فما شأنک ؟ فقال : متى رأيتَ هذا ؟ قال : البارحة ' فخرج فنادى فى النّاس : الصّلاة جامعة ' فصلى بهم ركعتين ' ثم قام فقال : ايّها النّاس ! انشُدُكم الله ' هل تعلمون منّى امرا غيره خيرٌ منه ، قالوا : اللّهمّ لا ' قال : فانّ بلال بن الحارث يزعَم ذَيتَه و ذَيتَه ' فقالوا : صدق بلال ' فاستَغِثْ باللّه وبالمسلمين ' فبعث اليهم ' وكان عمر عن ذلک محصورا ، فقال عمر : الله اكبر بلغ البلاء مدّته ' فانكشف ' ما اُذن

لقومٍ فی الطّلب الا وقد رُفع عنهم البلاء ' فکتب الی امراء الامصار ' اغیثوا اهل المدینة ومن حولها ' فانه قد بلغ جَهدَهم ' واخرج النّاس الی الاستسقاء ' فخرج وخرج معه بالعباس ماشیا ' فخطب فاوجز ' ثمّ صلی ' ثم جثا لرُکبتیه ' وقال : اللّهم ! ایّاک نعبد وایّاک نستعین ' اللّهم اغفرلنا ' وارحمنا وارض عنّا ' ثم انصرف ' فمّا بلغوا المنزل راجعین حتی خاضوا الغدران،

وعند الطبری باسناد فیه سیف عن عاصم بن عمر بن الخطاب– فذکر الحدیث بمعناه : وفیه : فقال اهلُ بیتٍ من مُزَیْنة من اهل البادیة لصاحبهم : قد بلغنا فاذبح لنا شاة ' قال : لیس فیهن شیء ' فلم یزالوا به حتی ذبح لهم شاة ' فسلخ عن عظمٍ احمر' فنادی : یا محمّداه ! فأُرِیَ فیما یری النّائم انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم اتاه ' فقال : اَبْشر بالحیا ' ائت عمرَ فَأَقْرِئُهُ منِّی السلام وقل له : ان عهدی بک وانت وَفِیُّ العهدِ شدید العقد ' فالکَیْسَ الکیس یا عمر ! فجاء حتی أتی باب عمر : فقال لغلامه : استأذن لرسل رسول الله صلی الله علیه وسلم ، فذکر بمعناه۔

(حیاۃ الصحابہ ص۱۴۵۱ج۴، نزول الغیث بدعاء عمر رضی الله عنه ، الباب الثامن عشر : باب کیف کان النبی صلی الله علیه وسلم واصحابه مؤیدون بالتاییدات الغیبیة)

ترجمہ:......حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: مدینہ منورہ اوراس کے آس پاس کی بستیوں میں ایک عرصہ تک بارش بندرہی ،جس سے کھانے کی تمام چیزیں ختم ہوگئیں اورسارے علاقے میں زبردست قحط پھیل گیا،لوگ بھوکے مرنے لگے۔اس قحط کا نام''قحط الرمادہ''پڑ گیا(رمادہ: کے معنی راکھ کے ہیں،یعنی اس قحط سے لوگوں کے رنگ راکھ جیسے ہوگئے تھے)یہاں تک کہ جنگلی جانوربھوک کے مارے بستیوں کارخ کرنے لگے

تھے، اور پالتو جانوروں کو بھی گھاس اور پانی نہیں ملتا تھا، جس کی وجہ سے ان کے جسم میں گوشت ختم ہوگیا تھا، بالکل سوکھے اور دبلے ہوگئے تھے، یہاں تک کہ (ایک) آدمی کو سخت بھوک لگی ہوتی تھی اور وہ بکری ذبح کرنا چاہتا، لیکن بکری کی بری حالت دیکھ کر اس کا ذبح کرنے کو دل نہ کرتا اور اسے چھوڑ دیتا۔ لوگ اسی حالت میں تھے اور مصر، شام اور عراق جیسے ملکوں کے مسلمانوں سے غذائی امداد منگوانے کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توجہ نہیں تھی، حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ ایک دن آئے اور ان الفاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اندر کے آنے کی اجازت مانگی کہ: میں آپ کے پاس اللہ کے رسول ﷺ کا قاصد بن کر آیا ہوں، اللہ کے رسول ﷺ آپ سے فرمارہے ہیں: میں تو تم کو بڑا سمجھدار سمجھتا تھا، اور اب تک تم بالکل ٹھیک چلتے رہے، اب تمہیں کیا ہوگیا ہے؟: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم نے یہ خواب کب دیکھا؟ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ نے کہا: آج رات، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باہر جاکر لوگوں کو اعلان کیا: ''الصلوۃ جامعة'' آج سب مسجد نبوی میں اکٹھے نماز پڑھیں، اپنی مسجدوں میں نہ پڑھیں، لوگ جمع ہوگئے تو انہیں دو رکعت نماز پڑھائی، پھر کھڑے ہوکر فرمایا: اے لوگو! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ: میں تو اپنی سمجھ کے مطابق ہر کام کی سب سے بہتر صورت اختیار کرتا ہوں، تو کیا آپ لوگوں کے خیال میں، میں نے کوئی ایسا کام کیا ہے جو بہتر نہ ہو، بلکہ دوسرا کام اس سے بہتر ہو؟ لوگوں نے کہا: نہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن یہ تو کہہ رہے ہیں (: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کے فرمان کا مطلب نہ سمجھ سکے، لیکن لوگ سمجھ گئے) لوگوں نے کہا: ٹھیک کہہ رہے ہیں، آپ اللہ تعالی سے مدد بھی مانگیں اور (مصر، شام، عراق کے) مسلمانوں سے بھی مدد مانگیں، چنانچہ مسلمانوں سے غلہ منگوانے کی

طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توجہ نہ تھی اب ہوگئی، اور انہیں اس سلسلہ میں خطوط بھیجے۔ بہر حال لوگوں کی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر فرمایا: اللہ اکبر! قحط کی آزمائش اپنے خاتمہ پر پہنچ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ حقیقت کھلی کہ جس قوم کو اللہ تعالی سے مانگنے کی توفیق مل جاتی ہے اس کی آزمائش ختم ہو جاتی ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام شہروں کے گورنروں کو یہ خط لکھا کہ: مدینہ اور اس کے آس پاس کے لوگ سخت قحط کی مصیبت میں ہیں، لہذا ان کی مدد کرو، اور لوگوں کو نماز استسقاء کے لئے شہر سے باہر لے گئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ لے گئے، اور پیدل تشریف لے گئے، پہلے مختصر بیان کیا، پھر نماز پڑھائی، پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر یہ دعا مانگی: اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، اے اللہ! ہماری مغفرت فرما' اور ہم پر رحم فرما' اور ہم سے راضی ہو جا، پھر وہاں سے واپس آئے تو زوردار بارش شروع ہوگئی، اور راستے کے تمام گڑھے اور چھوٹے تالاب بارش کے پانی سے بھر گئے' اور ان سب میں سے گذر کر یہ لوگ اپنے گھروں کو پہنچ سکے۔

تاریخ طبری میں بھی حضرت عاصم بن عمر بن خطاب رحمہ اللہ سے بھی یہ قصہ منقول ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ: قبیلۂ مزینہ کا ایک گھرانہ دیہات میں رہتا تھا، انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: فاقہ کی انتہا ہوگئی ہے، ہمارے لئے ایک بکری ذبح کردو، اس نے کہا: ان بکریوں میں کچھ نہیں ہے، لیکن گھر والے اصرار کرتے رہے، آخر اس نے ایک بکری ذبح کی اور اس کی کھال اتاری تو صرف سرخ ہڈی تھی، گوشت کا نام ونشان نہیں تھا، تو اس کی ایک دم چیخ نکلی: ہائے محمد ﷺ (اگر آپ ﷺ ہوتے تو ایسا نہ ہوتا) پھر انہوں نے خواب دیکھا کہ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں: تمہیں بارش

کی خوشخبری ہو، جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میرا اسلام کہو، اوران سے کہو: اے عمر میں نے یہی دیکھا ہے کہ تم عہد کو پورا کرنے والے اور بات کے پکے تھے، اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ لہذا عقلمندی اختیار کرو۔ وہ صاحب دیہات سے چلے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام سے کہا: اللہ کے رسول ﷺ کے قاصد کو اندر جانے کی اجازت لے دو۔ (پھر وہی حدیث ذکر کی)۔

(حیاۃ الصحابہ [اردو] ص ۹۳۸ ج ۳، مطبوعہ: مکتبۃ العلم لاہور)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت یزید رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا کرنا

(۱۶)......اخرج ابن سعد (۷/۴۴۴) عن سُليم بن عامر الخبائريِّ : انّ السماء قُحِطَتْ ، فخرج معاويةُ بنُ ابى سفيانَ رضى الله عنهما واهلُ دمشقَ يَستَسقون ، فلمّا قعد معاوية على المنبر قال : اين يزيد بن الاسود الجُرشى ؟ قال : فناداه النّاس ، فاقبل يتخطَّى ، فامره معاوية ، فصعد المنبر ، فقعد عند رِجلَيه ، فقال معاوية : اللّهم انا نَستشفِع اليک اليوم بخيرنا وافضلنا ، اللّهم انا نستشفع اليک بيزيد بن الاسود الجرشى ، يا يزيد ! ارفع يديک الى الله ، فرفع يزيد يديه ورفع النّاس ايديَهم ، فما كان اَوْشَک ان ثَارَتْ سحابة فى المغربِ و هبَّتْ لها ريح ، فسُقِينا حتّى كاد النّاس لا يَصِلُون الى منازِلِهم۔

(حیاۃ الصحابہ ص ۴۵۲ ج ۴، نزول الغيث بدعاء معاوية ويزيد بن الاسود الجرشى رضى الله عنهما ، الباب الثامن عشر : باب كيف كان النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه مؤيدون بالتاييدات الغيبية ورواه ابو زرعة الدمشقى و يعقوب بن سفيان فى تاريخيهما بسند صحيح عن سليم بن عامر ، كما فى الاصابة : ۳/۶۷۲)

ترجمہ:......حضرت سلیم بن عامر خبائری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: ایک دفعہ بارشیں بند ہو گئیں تو

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور دمشق والے نماز استسقاء کے لئے شہر سے باہر گئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ گئے تو فرمایا: حضرت یزید بن اسود جرشی (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟ اس پر لوگوں نے انہیں زور سے پکارا تو وہ پھلانگتے ہوئے آئے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فرمانے پر ان کے قدموں کے پاس منبر پر بیٹھ گئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یوں دعا فرمائی: اے اللہ! آج ہم تیرے سامنے اپنے سب سے بہترین اور سب سے افضل آدمی کو سفارشی بنا کر لائے ہیں، اے اللہ! ہم حضرت یزید بن اسود جرشی (رضی اللہ عنہ) کو سفارشی بنا کر لائے ہیں، اے یزید! اپنے دونوں ہاتھ اللہ کے سامنے اٹھاؤ، چنانچہ حضرت یزید بن اسود جرشی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور لوگوں نے بھی اٹھائے، تو تھوڑی دیر میں مغرب کی طرف زور سے بادل آگئے اور ہوا انہیں جلدی سے ہمارے اوپر لے آئی اور بارش شروع ہوگئی اور اتنی زیادہ ہوئی کہ لوگوں کو اپنے گھروں تک پہنچنا مشکل ہوگیا۔ (حیاۃ الصحابہ [اردو] ص ۹۳۹ ج ۳، مطبوعہ: مکتبۃ العلم، لاہور)

حضرت یزید بن اسود جرشی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات

تشریح: ......حضرت یزید بن اسود جرشی السکونی (رضی اللہ عنہ) انتہائی نیک شخص تھے، شام کی بستی جرین نامی میں رہتے تھے، آپ کے صحابی ہونے کے متعلق اختلاف ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کا بہت اکرام فرماتے تھے، اور اپنے ساتھ منبر پر بٹھاتے تھے۔ ایک مرتبہ شام میں قحط پڑا تو آپ کے وسیلے سے اللہ تعالی سے بارش مانگی گئی اور بارش ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ: آپ نے اپنی بستی کے ہر درخت کے نیچے دو رکعت نماز پڑھی ہے۔ رات کے اندھیرے میں آپ نماز کے لئے نکلتے تو آپ کے انگوٹھے سے نور پھوٹتا تھا، جس کی روشنی میں آپ اپنی منزل تک پہنچتے تھے۔ آپ کی کوئی نماز فوت نہیں ہوئی۔ آپ نے

غوطہ دمشق کی زید ین یا جبر ین بستی میں سن :۷۱ھ میں وفات پائی، رحمہ اللہ۔

(تاریخ ابن کثیر، ترجمہ ''البدایہ والنہایہ''ص ۶۲۸ ج ۴، حصہ:۸)

حضرت یونس بن میسرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: ہم حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ کے ہاں بیمار پرسی کے لئے گئے، اتنے میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بھی وہاں آ گئے۔ حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ نے جب ان کو دیکھا تو اپنا ہاتھ بڑھا کر ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر اسے اپنے چہرے اور سینے پر پھیرا، کیونکہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے (ان ہاتھوں سے) حضور ﷺ سے بیعت کی تھی۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ سے کہا: اے یزید! آپ کا اپنے رب کے بارے میں کیسا گمان ہے؟ انہوں نے کہا: بہت اچھا ہے، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو، کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: اللہ تعالی فرماتے ہیں: میرا بندہ میرے ساتھ جیسا گمان کرے گا میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کروں گا، اگر اچھا گمان کرے گا تو اچھا معاملہ کروں گا، اور برا گمان کرے گا تو برا کروں گا،

(حیاۃ الصحابہ ص ۷۶۴ ج ۲، تقبیل ید واثلة بن الاسقع والتّبرّک بها لمُبایعته النبی صلی الله علیه وسلم۔ حیاۃ الصحابہ [اردو] ص ۵۷۷ ج ۲، مطبوعہ: مکتبۃ العلم لاہور)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا چار اصحاب کے بارے میں وسیلہ کا حکم

(۱۷)......عن زید بن اسلم قال : لمّا ابطا علی عمر بن الخطاب رضی الله عنه فتح مصر ، کتب الی عمر و بن العاص رضی الله عنه :

'' اما بعد ! فقد عجبتُ لابطائکم عن فتح مصر ، تُقاتلونهم منذ سنین ، وما ذاک الاّ لِمَا احدثتم واحببتم من الدّنیا ما احبّ عدوّکم ، وانّ الله تعالی لا ینصر قوما الا

بصدق نیّاتهم ' وقد کنتُ وجّهت الیک اربعة نفر ' واعلمتُک انّ الرّجل منهم مقام الفِ رجل علی ما اعرف ' الا ان یکون غیّرهم ما غیّر غیرهم ' فاذا اتاک کتابی هذا' فاخطُبِ النّاس ' وحُضَّهم علی قتال عدوِّهم ' ورغِّبْهم فی الصّبر والنِّیة ' وقَدِّمْ اولئک الاربعة فی صدور النّاس' وأمُر النّاس ان یکونوا لهم صَدْمة رجل واحد ' وَلْیَکُن ذلک عند الزّوال یوم الجمعة ' فانها ساعة تَنزِل فیها الرحمةُ و وقتُ الاجابة وَلْیَعُجَّ النّاس الی الله ' وَلْیَسألُوهُ النّصرَ علی عدوِّهم "

فلمّا اتی عمراً الکتاب جمع الناس ' وقرأه علیهم ' ثم دعا اولئک النّفر ' فقدَّمهم امام النّاس ' وامر الناس ان یتطهّروا' ویُصلّوا رکعتین ' ثم یرغبون الی الله ' ویسألونه النصر ' ففتح الله علیهم۔

(حیاۃ الصحابہ ص۵۴۶ ج۴، الاستنصار بالله تعالی والقرآن العظیم والاذکار ' کتاب عمر بن الخطاب رضی الله عنه ' الی عمرو بن العاص رضی الله عنه فی الاستنصار بالله تعالی)

ترجمہ:......حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مصر فتح ہونے میں دیر لگ رہی ہے تو انہوں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

''امابعد! مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ مصر کی فتح میں آپ لوگوں کو دیر لگ رہی ہے، آپ ان سے کئی سالوں سے لڑ رہے ہیں، اوراس کی وجہ صرف یہ ہے کہ: آپ لوگوں نے نئے نئے کام شروع کردیئے ہیں، اور جیسے آپ لوگوں کے دشمن کو دنیا سے محبت ہے ایسے ہی آپ لوگوں کے دلوں میں بھی دنیا کی محبت آ گئی ہے، اور اللہ تعالی لوگوں کی مدد صرف ان کی سچی نیت کی وجہ ہی سے کرتے ہیں، اور میں نے آپ کے پاس چار آدمی بھیجے ہیں، اور آپ کو بتا رہا ہوں کہ میرے علم کے مطابق ان میں سے ہر آدمی ہزار آدمیوں کے برابر ہے، ہاں دنیا

کی محبت جس نے دوسروں کو بدلا ہے، وہ ان کو بھی بدل دے تو اور بات ہے، جب میرا یہ خط آپ کو ملے تو آپ لوگوں میں بیان کریں اور ان کو دشمن سے لڑنے کے لئے ابھاریں اور ان کو صبر کی اور نیت خالص کرنے کی ترغیب دیں، اور ان چاروں کو سب لوگوں سے آگے رکھیں، اور لوگوں سے کہیں کہ: وہ سب اکٹھے مل کر ایک دم دشمن پر حملہ کریں' اور یہ حملہ جمعہ کے دن زوال کے وقت کریں، کیونکہ یہ ایسی گھڑی ہے جس میں رحمت نازل ہوتی ہے، اور دعا قبول ہوتی ہے، اور سب اللہ تعالی کے سامنے خوب گڑگڑائیں اور اس سے اپنے دشمن کے خلاف مدد مانگیں''۔

جب یہ خط حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کر کے یہ خط ان کو سنایا' پھر ان چار آدمیوں کو بلا کر لوگوں کے آگے کیا اور پھر لوگوں سے کہا: وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھیں اور پھر اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے مدد مانگیں، چنانچہ ایسا کرنے سے اللہ تعالی نے ان کے لئے مصر فتح کر دیا۔

تشریح ......جن چار اصحاب کے متعلق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: وہ حضرات یہ تھے: حضرت زبیر بن عوام' حضرت مقداد بن اسود' حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہم۔

(حیاۃ الصحابہ [اردو] ص۱۰۳۱ ج۳، مطبوعہ: مکتبۃ العلم' لاہور)

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی دعا کا وسیلہ

(۱۸)......عن مطرّف بن عبد الله بن ابی مصعب ن المدنی قال : حدثنی محمد بن ثابت عن عمر بن ثابت البصری قال : دخلت فی اُذُن رجل من اهل البصرة بعوضةٌ حتی وصلت الی صِماخه ، فانصبته واسهَرَتُه لیله و نهاره ، فقال له رجل من اصحاب

الحسن البصری : یا ھذا ! ادع بدعاء العلاء بن الحضرمی صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الّذی دعا بہ فی المفازۃ وفی البحر ' فخلصہ اللہ تعالی ، فقال لہ الرجل : وما ھو رحمک اللہ ؟ فقال : قال ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ : بُعِث العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ فی جیشٍ کنتُ فیھم الی البحرین ' فسلکنا مفازۃً ' فعطشنا عطشًا شدیدًا حتی خِفنا الھلاک ، فنزل العلاءُ وصلّی رکعتین ' ثم قال : یَا حَلِیْمُ یَا عَلِیْمُ یَا عَلِیُّ یَا عَظِیْمُ ' اِسْقِنَا ، فجاء ت سحابۃٌ کأنّھا جناحُ طائرٍ فقَعْقَعَتْ علینا وامطرَتْنَا حتی ملأنا الاٰنیۃ وسقینا الرِّکاب ' ثمّ انطلقنا حتی اتینا علی خلیج مّن البحر ما خیض قبلہ ولا خیض بعدہ ، فلم یجد سُفُنا فصلّی العلاء رضی اللہ عنہ رکعتین ' ثمّ قال : یَا حَلِیْمُ یَا عَلِیْمُ یَا عَلِیُّ یَا عَظِیْمُ ' اجزنا ، ثم اخذ بعنان فرسہ ' ثم قال : بسم اللّٰہ جوزوا ، قال ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ : فمشینا علی الماء ' فو اللّٰہ ما ابتلّ لنا قدمٌ ولا خُفٌّ ولا حافِرٌ، وکان الجیش اربعۃ الافٍ ، (ذکرہ الشیخ الامام العلامۃ ابو بکر محمد بن الولید الفھری الطرطوشی ، ویعرف بان ابی رندہ کما نقلہ العلامۃ الدمیری ، وذکرہ الحافظ ابن تیمیۃ فی اقتضاء الصراط المستقیم ' ص۳۶۳ ، وراہ البیھقی عن انس رضی اللہ عنہ ، فی حدیثہ قال ادرکت فی ھذہ الامۃ ثلا ثا ، الخ۔

(ترجمان السنۃ ص۳۳۶ ج۴، المشی علی الماء ، رقم الحدیث:۱۵۳۷)

ترجمہ:......حضرت مطرف بن عبداللہ بن ابی مصعب مدنی رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ: محمد بن ثابت نے عمر بن ثابت بصری رحمہما اللہ سے روایت کی ہے کہ ایک بصری شخص کے کان میں مچھر گھس گیا اور کان کے اندرونی حصہ تک جا پہنچا جس سے ان کو بہت تکلیف ہوئی اور رات دن جاگتے رہے، ان سے حسن بصری رحمہ اللہ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ:

اے شخص! حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی دعا پڑھو، اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہونے کا فخر حاصل تھا، اس دعا کی بدولت انہوں نے خشکی اور تری کی مشکلات پر قابو پایا، اللہ تعالی نے ان کو بڑی مصیبت سے نجات دلائی، اس شخص نے پوچھا وہ دعا کیا ہے خدا تم پر رحم فرمائے؟ انہوں نے کہا کہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ ایک لشکر کے ساتھ روانہ کئے گئے، اور میں بھی ان کے ساتھ تھا، اور یہ لشکر بحرین کی طرف روانہ ہوا، اور ہم سب جنگلات طے کرتے ہوئے جارہے تھے اور سخت پیاس میں مبتلا ہوئے حتی کہ ہلاکت کا اندیشہ ہوگیا، اس کے بعد حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ اترے اور دو رکعت نماز ادا کی، پھر یہ دعا مانگی: ''یَا حَلِیْمُ یَا عَلِیْمُ یَا عَلِیُّ یَـــا عَـظِیْـمُ ''ہم کو سیراب فرما، یہ کہنا تھا کہ ایک بادل نمودار ہوا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پرندے کے پر کی طرح ہم پر سایہ کئے ہوئے ہے، پھر گرج کر برسا اور ہم نے اپنے برتن بھر لئے، اور اپنی سواریوں کو پانی پلایا اور روانہ ہوگئے، چلتے چلتے ایک خلیج پر پہنچے جس کو نہ پہلے پار کیا گیا اور نہ بعد میں، اور نہ وہاں کوئی کشتی تھی، لہذا حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر دعا مانگی: ''یَا حَـلِیْـمُ یَـا عَلِیْمُ یَا عَلِیُّ یَا عَظِیْمُ ''ہم کو اس دریا سے پار کردے، پھر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا: آؤ اللہ کا نام لے کر پار ہو جاؤ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم پانی پر چل رہے تھے اور ہمارا قدم تک تر نہ ہوا' اور نہ ہمارے اونٹوں اور گھوڑوں کے پیر پانی میں بھیگے۔ اور لشکر کی تعداد چار ہزار تھی۔

اپنے نیک عمل کے وسیلہ سے دعا کرنا اور حدیث غار

(۱۹)......عـن ابـن عمر رضى الله عنهما عن النّبى صلى الله عليه وسلم قال : خرج ثـلا ثة نـفرٍ يمشون فأصابهم المطر فدخلوا فى غارٍ فى جبلٍ فانحطّت عليهم صخرةٌ

قال : فقال بعضهم لبعض : ادعوا الله بافضل عمل عملتموه ، فقال احدهم : اللّهم انّى كان لى ابوان شيخان كبيران فكنتُ اخرج فارعى ' ثمّ اجىءُ فأحلب فاَجِىء بالحِلاب فآتى به ابوىّ فيشربان ' ثمّ اسقى الصِّبية وأهلى وامرأتى ' فَاحْتَبَستُ ليلة فجئت فإذا هما نائمان ' قال : فكرهت ان اوقظهما والصّبية يتضَاغَون عند رجلىَّ ' فلم يزل ذلک دأبى و دأبهما حتى طلع الفجر ' اللّهم ان كنت تعلم انى فعلت ذلک ابتغاء وجهک فَافرُجْ عنّا فرجة نرٰى منها السماء ' قال : ففرج عنهم ' وقال الآخر : اللّهم ان كنت تعلم انى كنتُ احبُّ امرأة من بنات عمى كأشدِّ ما يحبُّ الرجل النِّساء ' فقالت : لا تنال ذلک منها حتى تعطيها مائة دينارٍ ' فسعيتُ فيها حتى جمعتُها فلمّا قعدتُ بين رِجليها قالت : اتّق الله ولا تفضَّ الخاتم الا بحقّه ' فقمتُ وتركتُها ' فان كنتَ تعلم انِّى فعلتُ ذلک ابتغاء وجهک فافرج عنها فرجة، قال : ففرج عنهم الثُّلُثَيْنِ ، وقال الآخر: اللّهم ان كنت تعلم انى اسأجَرتُ اجيرا بفَرَق من ذُرَّةٍ فاعطيتُه و ابى ذلک ان يأخذ ' فعمدت الى ذلک الفَرَق فزرعتُه حتى اشتريت منه بقراً و راعيها ' ثم جاء فقال : ياعبد الله ! اعطنى حقِّى ' فقلت : انطلق الى تلک البقر وراعيها فانّها لک ' فقال : أتستهزئ بى ؟ قال : قلت : ما أستهزئ بک ولكنّها لک ' اللّهم ان كنت تعلم انى فعلت ذلک ابتغاء وجهک فافرج عنا ' فكُشف عنهم۔

(بخاری، باب اذا اشترى شيئا لغيره بغير اذنه فرَضِىَ ،كتاب البيوع ، رقم الحديث:۲۲۱۵/ ۵۹۷۴/۳۴۶۵/۲۳۳۳/۲۲۷۲)

ترجمہ:......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ: تین شخص کہیں جارہے تھے کہ بارش ہونے لگی (بارش سے بچنے کے لئے)وہ ایک پہاڑ

کے غار میں داخل ہوئے (اچانک) ایک چٹان ان پر لڑھکی، (اس نے اس غار کے منہ کو بند کر دیا جس میں یہ تینوں حضرات پناہ لئے ہوئے تھے) (راوی فرماتے ہیں کہ:) تو ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ: اللہ تعالی سے اپنے اچھے عمل کے وسیلہ سے دعا کرو، پس ان میں سے ایک نے دعا کی: اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے، اور میں باہر لے جاکر (اپنے مویشیوں کو) چراتا تھا' پھر جب واپس آتا تو ان کا دودھ دوہتا اور برتن میں اپنے والدین کو (پہلے) پیش کرتا جب میرے والدین پی لیتے تو پھر بچوں کو اور گھر والوں کو اور اپنی بیوی کو پلاتا، اتفاق سے ایک رات دیر ہوگئی اور جب گھر واپس ہوا تو میرے والدین سو چکے تھے، اس نے کہا: پھر میں نے ناپسند سمجھا کہ ان کو جگاؤں، بچے میرے قدموں میں پڑے ہوئے (بھوک کی وجہ سے) رو رہے تھے، میں برابر دودھ کا پیالہ لئے ہوئے ان کے سامنے اسی طرح کھڑا رہا اور صبح ہوگئی، اے اللہ! اگر آپ کے نزدیک بھی میں نے یہ کام صرف تیری رضا کے لئے کیا تھا تو پھر ہمارے لئے (غار کے منہ سے پتھر کی چٹان ہٹا کر اتنا) راستہ بنا دے کہ ہم آسمان دیکھ سکیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: چنانچہ پتھر (تھوڑا سا) ہٹا دیا گیا۔ دوسرے شخص نے دعا کی: اے اللہ! تیرے علم میں یہ بات ہے کہ: مجھے اپنی چچازاد بہن سے اتنی محبت تھی کہ جتنی ایک مرد کو کسی عورت سے ہوسکتی ہے، (اور میں اس سے اپنی جنسی خواہش پوری کرنا چاہتا تھا، مگر) اس نے کہا کہ: تم مجھ سے اپنا مقصد اس وقت تک پورا نہیں کر سکتے جب تک کہ مجھے سو دینار نہ دے دو، میں نے اس کے حاصل کرنے کی کوشش کی اور آخر اتنے دینار جمع کر ہی لئے، پھر جب میں (اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے) اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اللہ سے ڈر اور مہر کو (ناجائز طریقے پر) اس کے حق کے بغیر نہ توڑ، اس پر میں کھڑا ہوگیا اور میں نے

اس کو چھوڑ دیا، اب اگر آپ کے نزدیک بھی میرا یہ کام آپ کی رضا کے لئے تھا' تو ہمارے لئے غار کا منہ کھول دیجئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چنانچہ دو تہائی راستہ کھول دیا گیا۔ تیسرے نے دعا کی: اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جوار کے بدلے کام لیا تھا، جب میں نے اس کی مزدوری دی تو اس نے لینے سے انکار کر دیا، میں نے اس جوار کو لے کر بو دیا (کھیتی جب کٹی تو اس میں اتنی جوار پیدا ہوئی کہ) اس سے میں نے ایک بیل اور ایک چرواہا خریدا، اتفاق سے پھر اس مزدور نے آکر مطالبہ کر دیا کہ اللہ کے بندے! مجھے میرا حق دے دو میں نے کہا کہ: اس بیل اور اس کے چرواہے کے پاس جاؤ کہ یہ تمہارے ہی ہیں، اس نے کہا کہ: مجھ سے مذاق کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ: مذاق نہیں کرتا، واقعی یہ تمہارے ہی ہیں' تو اے اللہ! اگر آپ کے نزدیک (جیسا کہ میری نیت بھی تھی) یہ کام میں نے صرف آپ کی رضا کے لئے یہ کیا تھا تو یہاں ہمارے لئے (چٹان کو ہٹا کر) راستہ کھول دیجئے، چنانچہ غار کھول دیا گیا۔

اپنے نیک عمل کے وسیلے کی دعا سے مردہ گدھے کا زندہ ہونا

(۲۰)......عن ابی شریک النّخعیّ رحمه الله قال : اقبل رجل من الیمن ' فلمّا کان ببعض الطّریق نفق حماره ' فقام فتوضّأ ثمّ صلّی رکعتین ثمّ قال : اللّهم انِّی جئتُ من المدینة مجاهدا فی سبیلک ' وابتغاء مرضاتک ' وانا اشهد انّک تُحی الموتی وتبعث من فی القبور، لا تجعل لاحدٍ علیّ الیوم منّةً ' اطلبُ الیک الیوم ان تبعث حماری ' فقام الحمارُ ینفُضُ اُذُنَیه ،

قال البیهقیّ : هذا اسناد صحیح ، ورواه ابو بکر بن ابی الدنیا عن الشعبی فی کتاب "من عاش بعد الموت" وزاد علی هذه الروایة : فاسرجه والجمه ثمّ رکبه

واجرهُ ' فلحِق باصحابه ، فقالوا له : ماشأنک ؟ قال : شأني ان الله بعث حماری ، قال الشعبی : وانا رأيت الحمار بِيُع أويُباع فی الكناسة يعنی الكوفة ، قال ابن ابی الدنيا بسنده : عن مسلم بن عبد الله ابن شريک النخعی : ان صاحب الحمار رجل من النخع ' يقال له نباتة بن يزيد ' خرج فی زمن عمر رضی الله عنه غازيا ، رواه الحافظ ابن كثير ، البدايه و النهايه ص۱۵۲ج٦۔

(ترجمان السنۃ ص۳۴٦ج۴، قصة رجل من اليمن واحيائه حماره له بدعائه ربه جل مجده ، رقم الحديث:۱۵۴٦)

ترجمہ:......ابوشریک نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:ایک شخص یمن سے آرہے تھے،راستہ میں ان کا گدھا مرگیا ،انہوں نے فوراً وضوکیا' اور دورکعت نماز ادا کی' اور یہ دعا مانگی:الٰہی ! میں (اپنے) شہر سے صرف جہاد کی نیت اور تیری رضا مندی حاصل کرنے کے لئے آیا ہوں ،اور میں اس پر گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں' اور جو مرکر دفن ہوچکے ان کو قبروں سے پھر نکال کر زندہ کرنے والے ہیں،آج میری گردن پر کسی کا احسان نہ رکھنا ، میں آپ ہی سے یہ دعا مانگتا ہوں کہ: آپ میرے گدھے کو پھر زندہ کردیجئے ،بس اسی وقت وہ گدھا اپنے کانوں کو پھڑ پھڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:اس واقعہ کی سند صحیح ہیں۔ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے شعبی رحمہ اللہ سے کتاب ''من عاش بعد الموت ''میں اس روایت میں اتنی زیادتی اور نقل کی ہے کہ: پھراس نے زین کسی اور لگام چڑھائی اوراس پر سوار ہوکر اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔انہوں نے اتنی دیر لگنے کی وجہ پوچھی ،اس پر اپنا قصہ بیان کیا کہ: کس طرح اللہ تعالی نے اس کے گدھے کو زندہ کردیا۔شعبی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ: اس گدھے کو کوفہ کے محلّہ کناسہ میں بکتے ہوئے میں نے خود دیکھا ہے،یعنی اس شہر کا نام لے کر بتایا کہ وہ کوفہ تھا۔

ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: وہ شخص قبیلہ نخع کے تھے، ان کا نام نبانہ بن یزید تھا، اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں غزوہ میں شرکت کے لئے چلے تھے۔

(البدایہ والنہایہ ص۱۵۲ ج۶)

سورت انفال کے وسیلے سے دلوں کا سکون

(۲۱)......عن محمد، وطلحة وزياد (رحمهم الله) باسنادهم، قالوا: لمّا صلّى سعدٌ رضى الله عنه الظّهر امر الغلام الّذى كان الزمه عمر رضى الله عنه – وكان من القراء– ان يقرأ سورة الجهاد، وكان المسلمون يتعلّمونها كلّهم، فقرأ على الكَتِيْبَةِ الذين يلونه سورة الجهاد، فقُرِءَ تْ فى كل كتيبة، فهشَّتُ قلوب النّاس و عيونُهم، وعرفوا السّكينة مع قراء تها۔

(حیاۃ الصحابہ ص۵۴۸ ج۴، استنصار المسلمين بالقرآن العظيم يوم القادسية، الباب التاسع عشر: باب بايّ اسباب كانوا ينتصرون بنصرة غيبية)

ترجمہ:...... حضرت محمد، حضرت طلحہ اور حضرت زیاد رحمہم اللہ اپنی اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نوجوان کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ مستقل لگا رکھا تھا جو کہ قاریوں میں سے تھے، جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نماز ظہر پڑھا چکے تو اس نوجوان کو حکم دیا کہ: وہ سورت جہاد یعنی سورت انفال پڑھے، اور تمام مسلمان یہ سورت سیکھے ہوئے تھے، چنانچہ لشکر کا جو حصہ قریب تھا، اس نوجوان نے ان کے سامنے وہ سورت جہاد پڑھی، پھر وہ سورت لشکر کے ہر دستے میں پڑھی گئی، جس سے تمام لوگوں کے دلوں میں ذوق وشوق بڑھ گیا، اور سب نے اس کے پڑھتے ہی سکون محسوس کیا۔

(حیاۃ الصحابہ [اردو] ص۱۰۳۴ ج۳، مطبوعہ: مکتبۃ العلم، لاہور)

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا ﴾ کے وسیلے سے حفاظت وغنیمت کا حصول

(۲۲)......عن ابراهيم بن الحارث التيمى رضى الله عنهما قال : وجّهنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سريّة ' فأمرنا ان نقول اذا نحن امسينا و اصبحنا : ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا﴾ فقرأناها ' فغنمنا وسلمنا۔

(حیاۃ الصحابہ ص۵۴۹ ج۴، استنصار المسلمين بالقرآن العظيم يوم القادسية ، الباب التاسع عشر : باب : بایّ اسباب كانوا ينتصرون بنصرة غيبية)

ترجمہ:......حضرت ابراہیم بن حارث تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا اور ہمیں حکم دیا کہ: ہم صبح اور شام: ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا ﴾ پڑھا کریں، چنانچہ ہم یہ آیت پڑھتے رہے جس سے ہم خود صحیح سالم رہے اور ہمیں مال غنیمت بھی ملا۔ (حیاۃ الصحابہ [اردو] ص۱۰۳۵ ج۳، مطبوعہ: مکتبۃ العلم لاہور)

مسجد جانے کی دعا میں وسیلہ کا طریقہ

(۲۳)......عن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من خرج من بيته الى الصلاة فقال :

" اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ ' وَ اَسْاَلُکَ بِحَقِّ مَمْشَایَ هٰذَا ' فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا وَلاَ بَطَرًا وَلَا رِیَاءً وَلاَ سُمْعَةً ' خَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سُخْطِکَ ' وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ ' فَاَسْاَلُکَ اَنْ تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ ' وَاَنْ تَغْفِرَ لِیْ ذُنُوْبِیْ ' اِنَّهُ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ "

اقبل الله عز وجل عليه بوجهه ' واستغفر له سبعون الف ملک۔

(ابن ماجہ، باب المشى الى الصلوة ، رقم الحديث:۷۷۸)

ترجمہ:......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے گھر سے نماز کے لئے نکلے اور یہ دعا پڑھے:

''اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اس حق کے وسیلے سے جو مانگنے والوں کا آپ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے، اور آپ سے سوال کرتا ہوں اپنے اس چلنے کے حق کی وجہ سے، کیونکہ میں تکبر اور سرکشی اور ریاکاری اور شہرت کے لئے نہیں نکلا، بلکہ آپ کی ناراضگی سے بچنے کے لئے اور آپ کی رضا جوئی کے لئے نکلا ہوں، تو آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھے جہنم سے بچا دیجئے، اور میرے گناہوں کو معاف فرما دیجئے، کیونکہ آپ کے علاوہ کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں''

تو اللہ تعالی اس کی طرف پوری توجہ فرماتے ہیں، اور اس کے لئے ستر ہزار فرشتے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

آپ ﷺ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دعا میں وسیلہ کی تعلیم دینا

(۲۴)......قال ابو بکر رضی اللہ عنہ : علّمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هذا الدُّعاءَ ، فقال : قل :

'' اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡاَلُکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّکَ ، وَبِاِبۡرَاھِیۡمَ خَلِیۡلِکَ ، وَبِمُوۡسٰی نَجِیِّکَ ، وَبِعِیۡسٰی رُوۡحِکَ وَکَلِمَتِکَ ، وَبِتَوۡرَاۃِ مُوۡسٰی وَاِنۡجِیۡلِ عِیۡسٰی وَزَبُوۡرِ دَاوٗدَ وَفُرۡقَانِ مُحَمَّدٍ ، وَبِکُلِّ وَحۡیٍ اَوۡحَیۡتَهٗ وَقَضَاءٍ قَضَیۡتَهٗ ، وَاَسۡاَلُکَ بِکُلِّ اسۡمٍ ھُوَ لَکَ اَنۡزَلۡتَهٗ فِیۡ کِتَابِکَ ، وَاسۡتَأۡثَرۡتَ بِهٖ فِیۡ غَیۡبِکَ ، وَاَسۡاَلُکَ بِاسۡمِکَ الطُّھۡرِ الطَّاھِرِ ، بِالۡاَحَدِ الصَّمَدِ الوتر وَبِعَظۡمَتِکَ وَکِبۡرِیَائِکَ وَبِنُوۡرِ وَجۡھِکَ اَنۡ تَرۡزُقَنِیَ الۡقُرۡآنَ وَالۡعِلۡمَ وَاَنۡ تُخۡلِطَهٗ بِلَحۡمِیۡ وَ دَمِیۡ وَسَمۡعِیۡ وَبَصَرِیۡ وَتَسۡتَعۡمِلُ جَسَدِیۡ بِحَوۡلِکَ وَ قُوَّتِکَ فَاِنَّهٗ

لاَحَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلَّا بِکَ"۔

(جمع الفوائدص۲۶۴ج۲، باب المشی الی الصلوۃ، رقم الحدیث:۸۷۷)

ترجمہ:......حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ دعا سکھائی اور فرمایا کہ: ان الفاظ سے دعا کیا کرو:

"اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کے نبی حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے' اور آپ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے وسیلہ سے' اور آپ کے نجی حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کے وسیلہ سے' اور آپ کی روح اور کلمہ حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے وسیلہ سے' اور حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی تورات' اور حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی انجیل اور حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کی زبور اور حضرت محمد ﷺ کے قرآن کے وسیلہ سے، اور ہر وحی کے وسیلے سے جو آپ نے اتاری' اور ہر اس فیصلہ اور قضاء کے وسیلہ سے جو آپ کرتے ہیں، اور میں آپ سے سوال کرتا ہوں ہر اس نام کے وسیلہ سے جس کو آپ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے' اور آپ نے اس کو خاص کرلیا اپنے غیب، اور میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کے اس نام کے وسیلہ سے جو پاک اور ظاہر ہے: احد' صمد اور (آپ) وتر (ہیں)، اور آپ کی عظمت اور کبریائی اور نور کے چہرے کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھ کو قرآن اور علم عطا فرمائیے، اور میں آپ سے یہ بھی سوال کرتا ہوں کہ آپ اس کو میرے گوشت' میرے خون' میرے کان' میری آنکھوں میں رسا بسا دیجئے، اور آپ میرے جسم کو اپنی طاقت اور مدد سے معمور فرما دیجئے، اس لئے کہ گناہوں سے حفاظت اور نیکی کی طاقت آپ کے بغیر نہیں ہوسکتی"۔

تشریح:......حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس روایت میں یہ بھی صراحت کی ہے کہ: حضرت

ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اورعرض کیا: میں قرآن کریم سیکھتا ہوں،لیکن مجھے یادنہیں رہتا،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دعا پڑھا کرو۔

(الوسیلہ(اردو)ص۱۸۸،مطبوعہ اسلامی اکیڈمی' لاہور)

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا ایک ضرورت مند کو دعائے وسیلہ سکھانا

(۲۵)......عن ابی امامة بن سهل بن حنیف عن عمه عثمان بن حنیف : ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی الله عنه فی حاجة له ، فکان عثمان لا یلتفت الیه ولا ینظر فی حاجته ' فلقی عثمان فصلّی فیه رکعتین ثمّ قل : اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ ' وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صلی الله علیه وسلم نَبِیِّ الرَّحْمَةِ ' یَا مُحَمَّد ! اِنِّی اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّی فَتُقْضٰی لِحَاجَةٍ۔

(المعجم الصغیر للطبرانی ص۱۰۳، وبمعناه فی المعجم الکبیر للطبرانیص۳۱ج۹، رقم الحدیث:۸۳۱۱)

ترجمہ:......حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رحمہ اللہ اپنے چچا حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ: ایک آدمی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے(دورخلافت میں) کسی ضرورت کے لئے ان کے پاس بار بار آتا جاتا رہا،حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی اورنہ ہی اس کی ضرورت پرغورفرمایا،(تو آخراس آدمی نے) حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی (اوراپنی حالت بیان کی تو حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ:) دورکعت نماز پڑھواورپھران الفاظ سے اللہ تعالی سے دعامانگو:

''اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں' اورآپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں' رحمت

والے نبی کے وسیلہ سے، اے محمد (ﷺ)! میں نے اپنی ضرورت کے سلسلہ میں آپ کے وسیلہ سے اپنے پروردگار کی طرف توجہ کی تا کہ یہ ضرورت پوری ہوجائے۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کا شعر: آپ ﷺ تمام رسولوں سے زیادہ قریبی وسیلہ ہیں

(۲۶): ترجمہ:......حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ان کے پاس سے ایک آدمی گذرا، کسی نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ اس گذرنے والے کو جانتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ ہیں، جنہیں ان کے پاس آنے والے جن نے حضور ﷺ کے ظاہر ہونے کی خبر دی تھی، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام دے کر انہیں بلایا اور فرمایا: کیا آپ ہی حضرت سواد بن قارب (رضی اللہ عنہ) ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم زمانۂ جاہلیت میں کہانت کا کام کرتے تھے؟ اس پر حضرت سواد رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور کہا: اے امیر المؤمنین! جب سے میں مسلمان ہوا ہوں کبھی کسی نے میرے منہ پر ایسی بات نہیں کہی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: سبحان اللہ، ہم تو جاہلیت میں شرک پر تھے، اور یہ شرک تمہاری کہانت سے برا تھا۔ تمہارے تابع جن نے حضور ﷺ کے ظاہر ہونے کی جو خبر دی تھی وہ مجھے بتاؤ، انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! جی ہاں، ایک رات میں (ہندوستان میں) لیٹا ہوا تھا اور بیداری اور نیند کے درمیان کی حالت میں تھا، میرا جن میرے پاس آیا اور مجھے پاؤں مار کر کہا: اے سواد بن قارب! اٹھ اور میری بات سن اور اگر تیرے اندر عقل ہے تو سمجھ لے کہ (قریش کی شاخ) لُوی بن غالب میں ایک رسول مبعوث

ہوئے ہیں، جواللہ تعالی کی اوراس کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں، پھر یہ اشعار پڑھنے لگا۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تِطْلَابِهَا وَشَدِّهَا الْعِيْسَ بِاَقْتَابِهَا

تَهْوِیْ اِلٰی مَكَّةَ تَبْغِی الْهُدٰی مَا صَادِقُ الْجِنِّ كَكُذَّابِهَا

فَارْحَلْ اِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ لَيْسَ قُدَامَاهَا كَاَذْنَابِهَا

مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ جنات حق کو تلاش کررہے ہیں اور سفید اونٹوں پر کجاوے باندھ کر ہر طرف کا سفر کررہے ہیں۔

یہ سب ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس لئے مکہ مکرمہ جارہے ہیں، سچے اور جھوٹے جنات دونوں ایک جیسے نہیں ہوسکتے۔

لہذا تم سفر کرکے اس ہستی کے پاس جاؤ جو بنی ہاشم میں چیدہ اور عمدہ ہیں اور ہدایت میں پہل کرنے والا دیر کرنے والے کی طرح نہیں ہوگا، بلکہ اس سے افضل ہوگا۔

میں نے اس جن سے کہا: مجھے سونے دو، مجھے شام سے بہت نیند آرہی ہے، اگلی رات وہ میرے پاس پھر آیا اور اس نے پھر پاؤں مارکر کہا: اے سواد بن قارب! اٹھ اور میری بات سن اور اگر تیرے اندر عقل ہے تو سمجھ لے کہ لُوی بن غالب میں ایک رسول مبعوث ہوئے ہیں، جواللہ تعالی کی عبادت کی دعوت دے رہے ہیں، پھر وہ یہ اشعار پڑھنے لگا۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تِجْسَاسِهَا وَشَدِّهَا الْعِيْسَ بِاَحْلَاسِهَا

تَهْوِیْ اِلٰی مَكَّةَ تَبْغِی الْهُدٰی مَا خُيِّرَ الْجِنِّ كَاَنْجَاسِهَا

فَارْحَلْ اِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ وَاسْمُ بِعَيْنَيْكَ اِلٰی رَأْسِهَا

مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ جنات حق کو تلاش کررہے ہیں، اور سفید اونٹوں پر کجاوے کے نیچے ٹاٹ رکھ کر ہر طرف کا سفر کررہے ہیں۔

یہ سب ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس لئے مکہ مکرمہ جارہے ہیں، اور خیر والا جن ناپاک جن کی طرح نہیں ہوسکتا۔

لہذا تم سفر کرکے اس ہستی کے پاس جاؤ جو بنی ہاشم میں برگزیدہ ہیں، اور آنکھیں بلند کرکے مکہ کی چوٹی کی طرف دیکھو۔

چنانچہ میں اٹھا اور میں نے کہا: اللہ تعالی نے میرے دل کو اچھی طرح جانچ لیا ہے، یعنی جن کی بات صحیح معلوم ہوتی ہے، اور میں اونٹنی پر سوار ہو کر چل دیا، پھر مدینہ منورہ آیا تو وہاں حضور ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں تشریف فرما تھے، میں نے قریب جا کر عرض کیا: میری درخواست بھی سن لیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کہو، میں نے یہ اشعار پڑھے ۔

اَتَانِیُ نَجِیِّ بَعُدَ هَدُءٍ وَ رَقُدَةٍ	وَلَمُ یَکُ فِیُمَا قَدُ بَلَوُتُ بِکَاذِبِ
ثَلاَثَ لَیَالٍ قَوُلُهُ کُلِّ لَیُلَةٍ	اَتَاکَ رَسُوُلٌ مِنُ لُوَیِّ بُنِ غَالِبِ
فَشَمَّرُتُ عَنُ ذَیُلِ الازَارِ وَ وَسَّطَتُ	بِیَ الذِّعُلِبُ الُوَجُنَاءُ غَبَرَ السَّبَاسِبِ
فَاَشُهَدُ انّ اللّٰهَ لا شَیءِ غَیُرُهُ	اَنَّکَ مَاُمُوُنٌ عَلٰی کُلِّ غَائِبِ
وَاَنَّکَ اَدُنَی الُمُرُسَلِیُنَ وَسِیُلَةً	اِلَی اللّٰهِ یَا بُنَ الُاَکُرَمِیُنَ الُاطَایِبِ
فَمُرُنَا بِمَا یَاُتِیُکَ یَا خَیُرَ مَنُ مَشٰی	وَاِنُ کَانَ فِیُمَا جَاءَ شَیُبُ الذَّوَائِبِ
وَکُنُ لِیُ شَفِیُعًا یَوُمَ لاَ ذُوُ شَفَاعَةٍ	سِوَاکَ بِمُغُنٍ عَنُ سَوَادِ بُنِ قَارِبِ

ابتدائی رات کے کچھ حصے کے گذر جانے اور میرے کچھ سو لینے کے بعد مجھ سے سرگوشی کرنے والا جن - اور جہاں تک میں نے اسے آزمایا' وہ جھوٹا نہیں تھا۔

میرے پاس تین راتوں تک آتا رہا، اور ہر رات مجھ سے یہی کہتا رہا کہ: تمہارے پاس ایک رسول آئے ہیں جو قبیلۂ لوی بن غالب میں سے ہیں۔

اس پر میں نے سفر کے لئے اپنی لنگی چڑھالی اور (میں نے سفر شروع کردیا اور) تیز

رفتار بڑے رخساروں والی اونٹنی مجھے لے کر ہموار اور وسیع غبار آلود میدانوں میں چلتی رہی۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی چیز (عبادت کے لائق نہیں) اور آپ غیب کی ہر بات کے بارے میں قابل اعتماد ہیں۔

اور اے قابل احترام اور پاکیزہ لوگوں کے بیٹے! آپ اللہ تعالی تک پہنچنے کے لئے تمام رسولوں سے زیادہ قریبی وسیلہ ہیں۔

اور اے روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے اچھے! آپ ہمیں ان تمام اعمال کا حکم دیں جو آپ کے پاس اللہ تعالی کی طرف سے آرہے ہیں۔ہم ان اعمال کو ضرور کریں گے' چاہے ان اعمال کی محنت میں ہمارے بال سفید ہو جائیں۔

اور آپ میرے اس دن سفارشی بن جائیں جس دن آپ کے علاوہ اور کوئی سفارشی سواد بن قارب (رضی اللہ عنہ) کے کسی کام نہیں آسکتا۔

میرے اشعار سن کر حضور ﷺ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم بہت زیادہ خوش ہوئے حتی کہ ان سب کے چہروں میں خوشی نمایاں نظر آنے لگی۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: یہ قصہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کر حضرت سواد رضی اللہ عنہ سے چمٹ گئے اور فرمایا: میری دلی خواہش تھی کہ تم سے یہ سارا قصہ سنوں۔کیا اب بھی وہ جن تمہارے پاس آتا ہے؟ حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے کہا: جب سے میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا ہے وہ نہیں آیا، اور اس جن کی جگہ اللہ تعالی کی کتاب نعم البدل ہے۔

(حیاۃ الصحابہ،ص۳۷۹ج۴، مَجِيءُ الجن سواد بن قارب رضی الله عنه بخبر نبوته صلى الله عليه وسلم۔حیاۃ الصحابہ [اردو]ص۸۶۴ج۳،مطبوعہ:مکتبۃ العلم لاہور)

تمہیں مدداورروزی کمزوروں کی وجہ سے دی جاتی ہے

(۲۷)......عن مصعب بن سعد قال : رأی سعد رضی الله عنه انّ له فضلاً علی من دونَه ' فقال النّبی صلی الله علیه وسلم : هل تُنصَرون و تُرزَقون الّا بِضُعفائکم۔

(بخاری، باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب ،کتاب الجهاد ، رقم الحدیث:۲۸۹۶)

ترجمہ:......حضرت مصعب بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ گمان ہوا کہ انہیں دوسروں پر فضیلت حاصل ہے،تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تمہیں مدداورروزی انہی کمزوروں کی وجہ سے دی جاتی ہے۔

تشریح:......حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ گمان ہوا کہ انہیں دوسروں پر فضیلت حاصل ہے، یعنی ان کا حصہ ثواب اورغنیمت میں زیادہ ہونا چاہئے،اس پر آپ ﷺ نے مذکورہ ارشاد فرمایا۔اس حدیث میں ضعفاء کے توسل سے دعا کے جواز کی صراحت ہے۔

امت کی مدد کمزوروں کی دعاؤں‘ نمازوں اوراخلاص کی بناپر ہے

(۲۸)......عن مصعب بن سعد عن ابیه رضی الله عنه : انّه ظن انّ له فضلاً علی من دونَه من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ' فقال نبیّ الله صلی الله علیه وسلم : انّما ینصر الله هذه الامة بِضعیفها بدعوتهم وصلا تهم واخلاصهم۔

(نسائی، الاستنصار بالضعیف ،کتاب الجهاد ، رقم الحدیث:۳۱۸۰)

ترجمہ:......حضرت مصعب بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ گمان ہوا کہ ان کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے،تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالی نے اس امت کی مدد اس کے کمزورلوگوں کی وجہ سے کی ہے، ان کی دعاؤں‘نمازوں اوراخلاص کی بناپر۔

مجھے ضعیفوں میں تلاش کرو، اس لئے کہ وہی روزی اور مدد کا ذریعہ ہیں

(۲۹)......عن جبیر بن نفیر الحضرمیّ ' انه سمع ابا الدرداء رضی الله عنه یقول : سمعتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم : اَبْغُونی الضعیف ' فانّکم انّما تُرزَقون و تُنصَرون بِضُعفائکم۔

(نسائی، الاستنصار بالضعیف ،کتاب الجهاد ، رقم الحدیث:۳۱۸۱۔ابوداوٗد، باب فی الانتصار بِرُذُل الخیل و الضعفة ، کتاب الجهاد ، رقم الحدیث:۲۵۹۴۔ترمذی، باب ما جاء فی الاستفتاح بصعالیک المسلمین ، کتاب الجهاد ، رقم الحدیث:۱۷۲۰)

ترجمہ:......حضرت جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا کہ: مجھ کوضعیف لوگوں میں تلاش کرو، اس لئے کہ تمہیں صرف کمزوروں کی وجہ سے روزی دی جاتی ہی' اوران ہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ:تمہیں اسی کی برکت سے رزق دیا جاتا ہو

(۳۰)......عن انس رضی الله عنه قال : کان اخوان علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ' فکان احدهما یأتی النّبی صلی الله علیه وسلم ' والآخر یحترف ' فشکا المحترف اخاه النّبی صلی الله علیه وسلم فقال : لعلک تُرزق به ، رواه الترمذی۔

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دو بھائی تھے، جن میں سے ایک تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں رہا کرتے تھے(کیونکہ ان کے اہل وعیال نہیں تھے، اور وہ حصول معاش کی ذمہ داریوں سے بے فکر ہوکر طاعت و عبادت اور دینی خدمات میں مشغول رہا کرتے تھے، اس وجہ سے ان کے اوقات کا اکثر

حصہ بارگاہ رسالت میں حاضری کے ذریعہ حصول علم ومعرفت میں صرف ہوتا تھا) اور دوسرا بھائی کوئی کام کرتا تھا، (یعنی حصول معاش کے لئے کسی ہنر و پیشہ کے ذریعہ کماتا تھا، اور دونوں بھائی ایک ساتھ کھاتے پیتے تھے) چنانچہ کمانے والے بھائی نے اپنے دوسرے بھائی کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے شکایت کی، یعنی میرا بھائی نہ تو میرے کام کاج میں ہاتھ بٹاتا ہےاور نہ خود الگ سے کوئی کام کر کے کماتا ہے) اوراس طرح اس کے کھانے پینے کا خرچ مجھے ہی برداشت کرنا پڑتا ہے) حضور ﷺ نے (اس کی شکایت سن کر) فرمایا: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ: تمہیں اسی کی برکت سے رزق دیا جاتا ہو۔

(مشکوۃ ص۴۵۳، باب التوکّل والصّبر ، الفصل الثالث ، کتاب الرّقاق۔مظاہرحق ص۸۱۹ ج۴)

ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ صحابہ اورتابعین کی وجہ سے فتح اورنصرت ہوگی

(۳۱)......عن ابی سعید رضی الله عنه ' عن النّبی صلی الله علیه وسلم قال : یأتی زمانٌ یغزو فِئَامٌ من النّاس ' فیُقال : فیکم مَنْ صَحِبَ النبیَّ صلی الله علیه وسلم ؟ فیُقال : نعم ، فیُفتح علیه ، ثُم یأتی زمانٌ فیُقال : فیکم مَنْ صَحِب اصحابَ النّبی صلی الله علیه وسلم ؟ فیُقال : نعم : فیُفتح ' ثمّ یأتی زمانٌ فیُقال : فیکم مَنْ صَحِب صاحبَ اصحابِ النبی صلی الله علیه وسلم ؟ فیقال:نعم ، فیفتح۔

(بخاری، باب من استعان بالضّعفاء والصّالحین فی الحرب ،کتاب الجهاد ، رقم الحدیث:۲۸۹۷)

ترجمہ:......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ:ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مسلمانوں کی جماعت غزوے پر ہوگی، پوچھا جائے گا کہ: کیالشکر میں کوئی بزرگ ایسے ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی صحبت اٹھائی ہو؟ کہا جائے گا: ہاں،تو انہیں فتح وکامرانی سے نوازا جائے گا۔پھرایک زمانہ

ایسا آئے گا تو پوچھا جائے گا کہ: کیا لشکر میں کوئی بزرگ ایسے ہیں جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کی صحبت اٹھائی ہو؟ کہا جائے گا: ہاں، تو فتح ہوگی۔ پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا تو پوچھا جائے گا کہ: کیا لشکر میں کوئی بزرگ ایسے ہیں جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کے کسی ساتھی کی صحبت اٹھائی ہو؟ کہا جائے گا: ہاں، تو ان کو بھی فتح نصیب ہوگی۔

ابدال کے وسیلہ سے بارش، دشمنوں پر مدد اور عذاب کو دفع کیا جاتا ہے

(۳۲)......عن علی رضی اللہ عنہ قال : انّی سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : الابدالُ یکونون بالشّام ، وھم اربعون رجلا ، کُلّما مات رجلٌ ابدل اللہ مکانہ رجلا ، یُسقٰی بھم الغیث ، ویُنتَصر بھم علی الاعداء ، ویُصرف عن اھل الشامِ بھمُ العذاب۔ (مسند احمد ص۲۳۱ ج۲، مسند علی ابن ابی طالب ، رقم الحدیث:۸۹۶)

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابدال شام میں ہوتے ہیں، اور وہ چالیس مرد ہیں، جب ان میں سے کوئی وفات پاجاتے ہیں تو اللہ تعالی ان کی جگہ دوسرے کو مقرر فرمادیتے ہیں، ان ابدال (کے وجود و برکت اور ان کے وسیلہ سے) بارش ہوتی ہے، اور ان کی مدد سے دشمنان دین سے بدلہ لیا جاتا ہے، اور انہیں کی (برکت اور وسیلہ سے) اہل شام سے (سخت) عذاب کو دفع کیا جاتا ہے۔

تشریح :......''مشکوۃ شریف'' کی روایت میں ہے: حضرت شریح بن عبید تابعی رحمہ اللہ راوی ہیں کہ: ایک مرتبہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل شام کا ذکر کیا گیا، اور ان سے کہا گیا کہ: اے امیر المؤمنین ! شام والوں پر لعنت کیجئے ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، پھر یہ حدیث سنائی۔

''عن شريح بن عُبيد ' قال : ذُكر اهل الشام عندَ عليّ رضى الله عنه وقيل : العنهم يا امير المؤمنين ! قال : لا''۔

(مشکوۃ ص۶۰۴، باب ذکر اليمن والشام و ذکر اويس القرنی ، الفصل الثالث)

''ابوداؤد شریف'' کی روایت میں بھی ابدال شام کا ذکر ہے:

''فاذا رأى النّاس ذلک اتاه ابدال الشّام''۔

(ابوداؤد ص۲۳۳ج۲، باب فی ذکر المهدی ، رقم الحديث:۴۲۸۶)

نیک مسلمان کے وسیلہ سے سو پڑوسی گھروں سے مصیبت دور ہوتی ہے

(۳۴)......ان الله ليدفع بالمسلم الصّالح عن مأة اهل بيت من جيرانه البلاء۔

(كنز العمال ، فی ذکر المهدی ، رقم الحديث:۳۴۶۵۴۔المعجم الكبير للطبرانی ، رقم الحديث:۵۰۰۔ وكذا فی المعجم الاوسط ، رقم الحديث:۴۲۲۸)

ترجمہ:......بیشک اللہ تعالی نیک مسلمان کی وجہ(اور وسیلہ) سے اس کے پڑوس کے سو گھروں سے مصیبت (وبلاء) کو دور فرماتے ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک ایک صالح مؤمن کی برکت سے اللہ تعالی اس کے پڑوس کے سو گھروں سے مصائب کو دور فرماتے ہیں، پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی:﴿وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ﴾۔

(سورۂ بقرہ،آیت نمبر:۲۵۱)

ترجمہ:......اور اگر اللہ تعالی بعض (برے) لوگوں (کے عذاب) کو بعض (نیک) لوگوں (کی برکت) سے دور نہ کرتا تو زمین میں فساد ہو جاتا۔(نعمۃ الباری ص۶۷ ج۵)

آپ ﷺ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عدل کے وسیلہ سے سمندر کو خطاب

(۳۴)......ان عـمـر رضی الله عنه بعث جندا الی مدائن کسری ' وامّر علیهم سعد بـن ابـی وقـاص رضـی الـله عنه ' وجعل قائد الجیش خالد بن الولید رضی الله عنه ' فـلـمّـا بـلـغـوا شط الدجلة ' ولم یجدوا سفینة ' تقدم سعد و خالد رضی الله عنهما فـقـال : یـا بـحـر ! انک تـجری بامر اللّه ' فبحرمة محمد صلی الله علیه وسلم' و بـعـدل عـمـر رضی الله عنه ' الا خلیتنا ' والعبور الجیش بخَیُلِه وجماله ورجاله الی مدائن ' ولم تبتل۔

(ازالة الخفاء ص۱٦٨ج۲، الفصل الرابع فی مکاشفات امیرالمؤمنین عمر رضی الله عنه)

ترجمہ:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدائن کسری کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا، اوراس پر حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کوامیر بنایا، اورلشکر کا قائد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو متعین فرمایا، جب یہ حضرات دجلہ کے کنارے پہنچے اور کشتی کوموجود نہ پایا تو حضرت سعد بن وقاص اور حضرت خالد رضی اللہ عنہما آگے بڑھے اور فرمایا: اے سمندر! تو اللہ کے امر سے چلتا ہے، حضرت نبی کریم ﷺ کی حرمت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عدل (و انصاف) کے طفیل، پس لشکر اپنے گھوڑے اور سواروں کے ساتھ مدائن کی طرف عبور ہوگیا اور (قدم تک) بھیگے تک نہیں۔(ازالۃ الخفاء ص۹۴ج۴،مترجم)

تم میں سات ایسے اشخاص رہیں گے جن کی وجہ سے تمہاری مدد کی جائیگی

(۳۵)......عن ثوبان رضی الله عنه – رفع الحدیث– قال : لایزال فیکم سبعة ' بهم تُنصرون ' وبهم تُمطرون ' وبهم تُرزقون حتی یأتی امر الله۔

(تفسیر ابن کثیر، تحت الآیة : ﴿ولولا دفع النّاس بعضهم ببعض﴾ الخ، سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۲۵۱)

ترجمہ:......حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں ہمیشہ سات ایسے اشخاص رہیں گے جن کی برکت سے تمہاری مدد کی جائے گی، اور جن کے وسیلہ سے تم پر بارش برسے گی، اور جن کی وجہ سے تم کو رزق دیا جائے گا، یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔

میری امت میں تیس ابدال ہیں، جن کی وجہ سے تم کو روزی دی جاتی ہے

(۳۶)......عن عبادة بن الصامت رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : الابدال فی امتی ثلا ثون ، بهم تقوم الارض ، وبهم تُمطرون ، وبهم تُنصرون، قال قتادة رحمه الله : انِّی لأرجو ان یکون الحسن منهم۔

(تفسیر ابن کثیر، تحت الآیة : ﴿ولولا دفع النّاس بعضهم ببعض﴾ الخ، سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۲۵۱)

ترجمہ:......حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں تیس ابدال ہیں، جن کی وجہ سے تم کو روزی دی جاتی ہے، اور جن کے وسیلہ سے تم پر بارشیں ہوتی ہیں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میرا گمان ہے کہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ بھی ان ہی میں سے ہیں۔

ابدال کی وجہ سے آفتیں دور ہوتی ہیں، بارشیں ہوتی ہیں، رزق دیا جاتا ہے

(۳۷)......رُوِی عن ابی الدرداء رضی الله عنه قال : انّ الا نبیاء علیهم الصلوة والسّلام کانوا اوتاد الارض ، فلمّا انقطعت النّبوة ابدل الله تعالی مکانهم قوما من امة احمد (صلی الله علیه وسلم) یُقال لهم الابدال ، لم یفضلوا النّاس بکثرة صوم، ولا صلاة ، ولا تسبیح ، ولکن بحسن الخلق ، وبصدق الورع ، وحسن النیة ، وسلامة قلوبهم لجمیع المسلمین ، والنصیحة لله تعالی ابتغاء مرضاته بصبر وحلم

ولب وتواضع فی غیر مذلة ، فهم خلفاء من الانبیاء ، قوم اصطفاهم الله تعالی لنفسه‘ واستخلصهم بعلمه لنفسه ، وهم اربعون صدیقا ، منهم ثلاثون رجلا علی مثل یقین ابراهیم خلیل الرحمن (علیه الصلوة والسلام) بهم تدفع المکاره عن اهل الارض‘ والبلایا عن الناس ، وبهم یمطرون ‘ وبهم یرقون ، لا یموت الرجل منهم ابدا حتی یکون الله تعالی قد انشأ من یخلفه ، الخ۔

ترجمہ:......حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام زمین کی میخیں ہیں، اور جب نبوت منقطع ہوگئی تو اللہ تعالی نے ان کی جگہ سیدنا محمد ﷺ کی امت میں سے ایک قوم کو پیدا کردیا جن کو ابدال کہا جاتا ہے، وہ زیادہ روزوں اور زیادہ نمازوں اور زیادہ تسبیح کی وجہ سے لوگوں پر فضیلت نہیں رکھتے ،لیکن وہ حسن اخلاق‘ خدا خوفی‘ حسن نیت‘ تمام مسلمانوں کے لئے دلوں میں خیر خواہی‘ اللہ تعالی کی رضا جوئی‘ صبر‘ حلم‘ عقل مندی اور تواضع کی وجہ سے فضیلت رکھتے ہیں، وہی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے خلفاء ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالی نے اپنے لئے پسند کرلیا اور جن کو اپنے لئے خاص کرلیا، یہ وہ چالیس صدیق ہیں، ان میں سے تیس ایسے اشخاص ہیں جن کا یقین حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے یقین کی مثل ہے، ان کی برکت سے اللہ تعالی زمین والوں سے آفتوں اور مصائب کو دور فرماتا ہے‘ ان ہی کی وجہ سے ان پر بارشیں برستی ہیں، اور ان ہی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے، ان میں سے جو شخص بھی فوت ہوتا ہے، اللہ تعالی اس کی جگہ اس کا بدل پیدا فرمادیتا ہے، الخ۔ (نوادرالاصول ص۲۶۲ ج۱، دارالجیل‘ بیروت۔نعمۃ الباری ص۶۷ ج۵)